احکام میت

بین الشیعہ والسنہ

تالیف

الشیخ آصف علی نجفی

ناشر

موسسہ نور الہدی

(نجف الاشرف)

احکام میت بین الشیعہ والسنہ

احکام میت

بین الشیعہ والسنہ

تألیف

الشیخ آصف علی نجفی

ناشر

مؤسسہ نور الہدیٰ

نام کتاب	احکام میت بین الشیعہ والسنہ
تألیف	الشیخ آصف علی نجفی
معاون	الشیخ محمد افضل کراروی نجفی
نظر ثانی	الشیخ عمران حیدر نجفی
طبع وسال اشاعت	طبع اوّل-2021
تعداد	1000
ناشر	مؤسسہ نور الہدیٰ

ملنے کا پتہ

حوزہ علمیہ نجف الاشرف-عراق

فون: +964 750 925 8423

+964 751 094 052

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
52	جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی نماز جنازہ	52
53	سہل بن حنیف کی نماز جنازہ	53
54	مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی نماز جنازہ........................	53
55	پانچ تکبیر نماز جنازہ کی علت	54
56	امام علی رضا علیہ السلام کا مامون الرشید عباسی کے نام خط	54
57	مامون الرشید کی وصیت	55
58	شیعہ کے نزدیک جنازہ اٹھانے کا طریقہ	56
59	اہلسنت کے نزدیک جنازہ اٹھانے کا طریقہ	57
61	شیعہ کے نزدیک کیفیت نماز جنازہ........................	57
61	شیعہ نماز جنازہ کا مکمل طریقہ	58
62	نماز جنازہ میں رفع الیدین کا بیان........................	60
63	شیعہ کے نزدیک رفع الیدین........................	60
64	اہلسنت کے نزدیک رفع الیدین........................	61
65	ابن عباس اور ابن عمر کا قول........................	61
66	پانچ تکبیر نماز جنازہ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	64
67	زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی گواہی	64
68	غیر معقول عذر اور اس کا رد	65
69	اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پانچ تکبیر نماز جنازہ	68

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان	نمبر شمار

نمبر شمار | عنوان | صفحہ

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وآله الطيبين الطاهرين المعصومين الذين أذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا ولعنة الله على قوم الظالمين أما بعد فقد: قال الله تعالى في كتابه الكريم: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾[1].

اسلام ایک ایسا عظیم دین مبین ہے جس نے اپنے پیروکاروں کو بے حساب احسانات اور انعامات سے نواز رکھا ہے، اسلام نے بعض ایسے اعمال بھی بجالانے کا حکم دے رکھا ہے جنہیں اگر مادی نگاہوں سے دیکھا جائے تو بہت معمولی دکھائی دیتا ہیں مگر ان کا اجر و ثواب اللہ کی بارگاہ میں عظیم ہے اور انھی اعمال میں سے نماز جنازہ بھی ہے۔

کسی مسلمان بھائی کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے سے قلب انسان اعمال صالح بجالانے کی طرف مائل ہو جاتا ہے، کسی مومن بھائی کے نماز جنازہ میں شرکت اختیار کرنا بہت بڑی اہمیت اور فضیلت کا حامل ہے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ اگر چالیس مسلمان کسی گنہگار شخص کی نماز جنازہ میں شرکت کریں، اور اس کے لیے دعائے مغفرت کریں تو اللہ

---

1) سورہ الرحمٰن، پارہ 27، آیت 26-27

تعالی اس گنہگار کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا ٹھکانہ نعمتوں والی جنت قرار دیتا ہے، اب افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ نماز جنازہ جیسی عظیم عبادت بھی امت مسلمہ کے ہاں اختلاف سے محفوظ نہ رہ سکی اس اختلاف کا بنیادی سبب وارثان دین یعنی آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرماتے ہوئے اپنی امت کو وصیت کی تھی کہ میں تمہارے درمیان قرآن اور اپنی عترت اہل بیت اطہار علیہم السلام چھوڑے جا رہا ہوں اور یہ دونوں تمہاری نجات کے ضامن ہیں جب تک تم ان دونوں سے تمسک رکھوگے گمراہ نہیں ہوگے، ان اختلافی فرعی مسائل میں سے ایک مسئلہ تکبیرات نماز جنازہ بھی ہے جو مسلمانوں کے مابین صدیوں سے معرکۃ الآراء بنا چلا آرہا ہے، جس کی وجہ سے مسلمان آپس میں لڑتے جھگڑتے چلے آرہے ہیں۔

سوال آیا نماز جنازہ چار تکبیروں میں ہی منحصر ہے یا اس سے زائد بھی تکبیریں پڑھی بھی جا سکتیں ہیں؟

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ہم پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: « صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي »[1].

1) صحيح البخاري، كتاب الادب، باب 27 رحمة الناس والبهائم، حديث 6008، تاليف: ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخاری (فارسی)

ترجمہ: تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ؛اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو ہمارے لیے عملی نمونہ قرار دے رکھا ہے۔

اس کتاب میں اغیار کی طرف سے مختلف شیعہ احکام میت پر کیے جانے والے اعتراضات کے مدلل اور منہ توڑ جواب دیے گئے ہیں اور بالخصوص تعداد تکبیرات نماز جنازہ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اور کتب اہل سنت سے وہ صحیح السند روایات پیش کی گئی ہیں جن میں بصراحت مذکور ہے کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ سنت نبوی ﷺ سیرت اہل بیت اطہار علیہم السلام اور عمل صحابہ کرام رضوان اللہ سے ثابت ہے۔

اور ساتھ ہی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ روایات جن میں چار تکبیر نماز جنازہ کا ذکر ہوا ہے ان روایات کو علمائے اکابرین اہل سنت نے ضعیف قرار دیا ہے، اور حضرت عمر ابن خطاب کے دور حکومت میں امت کو چار تکبیر نماز جنازہ پر جمع کیا گیا

آخر میں ہم اللہ تعالی کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس قلمی کاوش کو بحق آل محمد علیہم السلام اپنی بارگاہ عالیہ میں منظور و مقبول فرمائے اور ہمارے لئے توشہ اخرت قرار دے اور ہمارے سروں پر مراجع عظام بلخصوص مجدد حوزۃ نجف آیت اللہ العظمی آقائ حافظ بشیر حسین نجفی (دام ظلہ الورف) کا سایہ تا قیامت قائم رکھے ۔

الشیخ آصف علی نجفی

27 مئی 2021

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾[1]،

ترجمہ: ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

موت ایک امر وجودی ہے جس کی تعریف علمائے متکلمین نے کچھ ان الفاظ میں کی ہے: «الْمَوْتُ صِفَةٌ وُجُودِيَّةٌ مُضادَّةٌ لِلْحَياةِ »[2]، ترجمہ: موت ایک صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے اس کی تائید آیات قرآنیہ سے ہو رہی ہے۔

« الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا»[3].

ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے حسن عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے؟

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے موت و حیات کے فلسفہ کو بیان فرمایا ہے کہ میں دیکھنا چاہتاہوں کہ کون بندہ میرا مطیع بن کر زندگی گزارتا ہے، اور کون میرے اوامر ونواھی کی

---

1) سورۃ انبیاء، پارہ 17، آیت نمبر 35

2) التفسير الكبير (مفاتيح الغيب)، تفسیر سورہ الملک آیت 2، جلد 30، صفحہ 579، تالیف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606ھ)، ناشر دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان، الطبعة 3 - 1420ھ

3) سورہ ملک، پارہ 29 ، آیت نمبر 2

مخالفت کرتے ہوئے شیطان کی غلامی کا حق ادا کرتا ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی تمام ذی روح مخلوق کو موت و حیات کی دو آھنی زنجیروں میں کچھ اس طرح سے جکڑ رکھا ہوا ہے اس سلسلہ میں وہ بالکل مجبور اور بے بس دکھائی دیتا ہے، بلخصوص انسان اس مادی دنیا میں نہ ہی اپنی مرضی سے آیا ہے، اور نہ ہی اپنی مرضی سے جائے گا، موت مومن کے لئے تو نعمت خداوندی ہے مگر کافر کے لئے عذاب الہی کا پیش خیمہ ہے۔

جان کنی کے وقت معصومین علیہم السلام کی زیارت کا بیان

مذہب تشیع خیر البریہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ ہر مرنے والا خواہ نیک ہو یا بد مسلم ہو یا کافر اس وقت تک اس کی روح اس کے بدن سے پرواز نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنی آنکھوں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کی زیارت نہ کر لے۔

مومن کے لیے ان ذوات قدسیہ کی زیارت اس کی جان کنی میں آسانی کا سبب بنتی ہے، اور کافر کے لیے شدائد و مصائب میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔

علامہ محمد باقر مجلسی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب اعتقادات المجلسی / الباب الأول: فیما یتعلق بأصول العقائد میں لکھتے ہیں: « ثم أعلم أنه يجب الإقرار بحضور النبي ﷺ والأئمة الإثني عشر علیہم السلام عند موت الأبرار والفجار والمؤمنين والكفار ».

یہ عقیدہ رکھنا ہر شیعہ اثنا عشریہ پر واجب ہے کہ موت کے وقت ہر نیک و بد مومن اور کافر کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمۃ ھدی علیہم السلام حاضر ہوتے ہیں، اور متعدد روایات میں اس چیز کا ذکر ہوا ہے۔

جیسا کہ شیخ محمد حسن حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفصول المھمہ فی اصول الائمہ میں "أن النبي والآئمة يحضرون عند كل محتضر " کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا، جس میں 39 روایات مختلف طرق سے نقل کی ہیں جن کا مضمون یہی ہے۔

جس شخص پر حالت نزع طاری ہو جاتی ہے چاہے وہ محب اہل بیت علیہم السلام ہو یا دشمن اہل بیت علیہم السلام ہو اس وقت تک اس کی جسد خاکی سے روح پرواز نہیں کرتی جب تک وہ ملک الموت کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام زیارت نہیں کر لیتا۔

اور یہ ذوات قدسیہ علیہم السلام ملک الموت سے مومن کی سفارش کرتی ہیں کہ اس کی روح آسانی سے نکالنا اور دشمن سے کہتیں ہیں اب تو ہمارے بغض اور دشمنی کا مزہ چکھ۔

میں ان جمع غفیر روایات میں سے برکت کے طور پر میں یہاں ایک ہی روایت نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

« قال رسول الله صلى الله عليه وآله : والذي نفسه بيده لا تفارق روح جسد صاحبها... حتى ترى ملك الموت وترى علياً وفاطمة حسناً و حسيناً». ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے، کسی

مرنے والے شخص کی روح اس وقت تک اس کے بدن سے پرواز نہیں کرتی جب تک وہ اپنی آنکھوں سے ملک الموت مولا علی علیہ السلام جناب فاطمہ الزہرا علیہا السلام امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہما السلام کو دیکھ نہیں لیتا۔

یہ عالم بزرگوار ان روایات کو ایک باب میں قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

« أقولُ: والاحاديث في ذلك أكثر من ان تحصى وقد تجاوزت حد التواتر ودلالتها قطعيه كما ترى وانكار بعض المتكلمين لها لا وجه له »[1].

ترجمہ: میں کہتا ہوں (حر عاملی) اس بارے میں روایات کثیر التعداد ہیں جو حد تواتر سے بھی بڑھ چکی ہیں اور وہ روایات قطعی الدلالت ہیں۔

جس طرح آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے اور معلوم نہیں بعض متکلمین نے اتنی زیادہ روایات کے ہوتے ہوئے اس حقیقت سے چشم پوشی کیوں کی ہے، اہلبیت اطہار علیہم السلام قبر میں بھی اپنے محب کی مدد اور حوصلہ افزائی کیلئے تشریف لاتے ہیں جنہیں دیکھ کر مومن کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے، بلخصوص مولا امیر المؤمنین علی ابن طالب علیہ السلام تشریف لاتے ہیں، جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔

---

1) کتاب الفصول المہمہ فی اصول ائمہ تکملة الرسائل، جلد 1، صفحہ 322، ابواب اصول الدین، باب 68، تحقیق واشراف محمد بن محمد حسین قائینی

« رَوَى الْمُفِيدُ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَلِيٍّ ؑ يَا عَلِيُّ إِنَّ مُحِبِّيكَ يَفْرَحُونَ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ عِنْدَ خُرُوجِ أَنْفُسِهِمْ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَشْهَدُهُمْ وَ عِنْدَ الْمُسَاءَلَةِ فِي الْقُبُورِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تُلَقِّنُهُمْ وَ عِنْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللَّهِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَعْرِفُهُم »[1].

ترجمہ: جناب ام سلمٰی علیہا السلام فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی علیہ السلام سے یہ کہتے ہوئے سنا اے علی، تمہارے محبین کو تین مقامات پر خوشی نصیب ہو گی، جب ان کی ارواح قبض کی جائیں گی تو آپ وہاں موجود ہونگے، جب انہیں قبر میں سوال وجواب کا آمنا سامنا ہو گا تو آپ انھیں تلقین کریں گے اور جب قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کی پیشی ہو گی تو آپ ان کا تعارف کروایں گے۔

شبہ اور اس کا ازالہ

بسا اوقات انسان یہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے، کہ ایک ایک لمحہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ مر رہے ہوتے ہیں، تو کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدی علیہم السلام ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر ان کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں؟

---

1) بحار الأنوار (ط - بیروت) ج6 ، ص200، باب 7 مایعاین المؤمن والکافر عند الموت و حضور الأئمة علیهم السلام عند ذلک وعند الدفن وعرض الأعمال علیهم صلوات الله علیهم

جواب: آیت اللہ العظمٰی آقائ حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی اس جیسے شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ بات شک وشبہ میں مبتلا نہ کردے کہ ایک ہی وقت میں یہ ذوات قدسیہ متعدد مقامات پر کیسے حاضر ہوسکتیں ہیں۔

یہ سوال اس وقت درست ہے کہ جب ایسے فرد کی بات ہو جو اس طبعی عنصری اور مادی جسم کی قید میں ہو لیکن جب بات غیر مادی نورانی اور برزخی جسم کی ہو تو اسے زمان ومکان کی دیواریں ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر حاضر ہونے سے مانع نہیں ہوسکتیں۔[1]

سماحۃ الشیخ آیۃ اللہ العظمٰی مرزاجواد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جیسے شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: زمان ومکان کی دیواریں نورانی جسم کے پرواز کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، نورانی جسم کے ساتھ ان ذوات قدسیہ کا ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر حاضر ہونا ممکن ہے محال نہیں۔[2]

سوال: کیا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں؟

---

1) کتاب احکام شعار حسینی، صفحہ 117، پیغامات حضرت آیۃ اللہ العظمٰی حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی، مترجم سید نظر حسنی نجفی، منشورات: مؤسسہ الانوار نجفیہ للثقافہ والتنمیہ

2) صراط النجاۃ فی اجوبۃ الاستفتاءات، جلد 2، صفحہ 268، باب مسائل فی العقائد والمسائل التاریخیہ، طبع اولی 1431 ہجری، مطبوعہ ایران

جواب: سماحۃ الشیخ آیۃ اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: بسمہ سبحانہ !کئی روایات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے اور صاحب وسائل نے الفصول المھمہ میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے انسان کی جان نکلنے کے وقت موجود ہونے کی بہت ساری روایات نقل فرمائی ہیں، جن میں متعمل کو اس کے صحیح مطلب ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔(1)

حالت احتضار

شریعت مقدسہ نے مرنے والے شخص کے لئے کچھ احکام معین کر رکھے ہیں جن کی پاسداری کرنا ہر ایک مسلمان انسان کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

حالت احتضار جسے نزع اور سکرات موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی جان کنی کا وقت وہ مشکل ترین اور کٹھن مرحلہ ہے جو جسم پر کپکپی اور تھرتھراہٹ پیدا کر دیتا ہے، اس وقت بے بسی اور بے کسی کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگ جاتے ہیں۔

بہر حال اس وقت مرنے والے کے ورثاء دوست احباب اور رشتے دار اسے موت کے پنجوں سے آزاد تو نہیں کرا سکتے مگر مرنے والے کی سہولت کی خاطر اتنا تو ضرور کر سکتے ہیں، جب وہ دم توڑ رہا ہو تو اس کو روبقبلہ کر دیں۔

1) مختصر الاحکام بمطابق فتاوی سماحۃ الشیخ آیۃ اللہ العظمی مرجع دینی الکبیر الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف، صفحہ 158 باب عقائد

یعنی اس کو پشت کے بل لٹا کر اسکی چارپائی کو اس طرح رکھا جائے کہ اس کے پاؤں اس طرح قبلہ کی جانب ہوں اگر وہ اٹھ بیٹھے تو اس کا منہ سیدھا رو بقبلہ ہو جائے، ایسا کرنا ان لوگوں پر واجب کفائی ہے جو حالت نزع میں مرنے والے کے پاس موجود ہوں، جان کنی کی حالت میں مرنے والے شخص کا چہرہ اور پاؤں کے تلوے قبلہ کی طرف ہونا وجوبی عمل ہے نہ کہ استحبابی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«تَسْتَقْبِلُ بِوَجْهِهِ الْقِبْلَةَ وَ تَجْعَلُ قَدَمَيْهِ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ»[1].

ترجمہ: مرنے والے شخص کا چہرہ اور پاؤں دونوں قبلہ کی طرف کر دو۔

معرکه الآراء مسئله اور اس کا حل

شیعہ و سنی کے مابین فقہی اختلافی مسائل میں سے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ یہ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات اپنے مرنے والے شخص کے پاؤں قبلہ کے طرف پھیلا کر قبلہ کی توہین اور اہانت کا مرتکب ہوتے ہیں جو کہ فعل حرام ہے۔

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 2، صفحہ 453، کتاب الطھارہ، تالیف: حر عاملی، ناشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام قم ایران 1409 ھ، طبعہ 1

جواب: مرنے والے کے پاؤں قبلہ رخ کرکے قبلہ کی توہین اور اہانت کرنا ہمارا ہرگز مقصود نہیں، بلکہ مرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے کیوں کہ پاؤں قبلہ کی طرف پھیلانے سے آسانی سے منہ قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: « إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ »، کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مرنے والے عزیز کا منہ ایک لمحہ کے لیے بھی قبلہ سے منحرف نہ ہو، جیسا کہ حدیث نبوی ہے کہ کعبہ قبلہ ھے ہر زندہ کے لیے اور ہر مردہ کے لئے، اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو فقہائے اہلسنت بھی مرنے والے کے پاؤں کو قبلہ کی طرف پھیلانا جائز سمجھتے ہیں۔

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کے سامنے ان فقہائے اہلسنت کے اسماء پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے جان کنی کے وقت مرنے والے شخص کے پاوں کو روبقبلہ پھیلانے کو جائز قرار دیا مثلاً:

1. حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی کا فتوی

« فإذا خرجت روحه فوجه الی القبلة علی ظهره طولاً بحیث اذا اقعد کان وجهه الیها »[1]. ترجمہ: جب مرنے شخص کے بدن سے روح پرواز کر جائے تو اسے پشت کے بل طولاً لٹا دیا جائے، اگر وہ اٹھ بیٹھے تو اس کا منہ سیدھا رو بقبلہ ہو۔

2. مفتی عبد الحی عارفی کا فتوی

مسئلہ! جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کو چت لٹا دو؛ اس طرح کے قبلہ اس کی داہنی طرف ہو اور سر کو ذرا قبلہ کی طرف گھما دو یا اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دو اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اسے ذرا اونچا کر دو اس طرح بھی قبلہ رخ ہو جائے گا۔[2]

3. فقہائے ہند کا فتوی

جان کنی والے شخص کو چت لٹا کر اس کے قدم قبلہ کی طرف کر دیں۔[3]

---

1) کتاب الغنیۃ الطالبی طریق الحق عزوجل، جلد نمبر 2، صفحہ 152، تالیف: الشیخ عبد القادر جیلانی بغدادی (متوفی 561ھ)، ناشر مطبعہ محمد علی صبیح واولادہ بمیدان الازہر بمصر

2) احکام میت تالیف: حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی عارفیؒ، صفحہ 26، ادارہ المعارف کراچی 14

3) فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیریہ، جلد نمبر 1، صفحہ 398 حاشیہ، کتاب الصلوۃ، باب 21 جنازہ کے بیان میں، فصل نمبر 1، مترجم مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ، تسہیل و عنوانات مولانا ابو عبید اللہ، مکتبہ رحمانیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

4. مفتی سیف الله رحمانی کا فتوی

سوال: ایک مسلمان کی میت کے پیر قبلہ کی طرف کیوں رکھے جاتے ہیں، جب کہ قبلہ رخ ہو کر سونا منع ہے تھوکنا منع ہے پیشاب کرنا بھی ممنوع ہے بیت الخلا کے لیے بیٹھنا بھی منع ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے، وضاحت کریں مہربانی ہو گی؟

جواب: اصل مقصود پاؤں کو قبلہ رخ رکھنا نہیں ہے بلکہ چہرہ کو قبلہ روخ رکھنا ہے جب موت کا وقت قریب آجائے تو فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس کو چت لٹا دیا جائے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے تا کہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو نہ کہ آسمان کی طرف اس کی کئی مصلحتیں بیان کی گئی ہیں بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے جان نکلنے میں بھی سہولت ہوتی ہے۔[1]

5. مفتی سراج الدین حنفی کا فتوی

« من قرُبَ مَوتُه يُوُجَّه الى القبلة اختار البخاريون من الأئمة الاستلقاء؛ لانه أيسر لخروج النّفسِ والرُّوح »[2].

---

1) کتاب الفتاوی، تیسرا حصہ، صفحہ 138، عنوان! قریب مرگ سے متعلق احکام، تالیف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشرز

2) الفتاوی السراجیہ، صفحہ 128، کتاب الجنائز باب الغسل، تالیف الشیخ علامہ فقیہ سراج الدین ابو محمد علی ابن عثمان ابن محمد تیمی الحنفی (المتوفیٰ 569 ہجری)، حققہ وعلق علیہ محمد عثمان البستوی، دارالعلوم زکریا

ترجمہ: جب کسی شخص پر جان کنی کی حالت طاری ہو جائے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے گا اور بخاری فقہائے عظام نے پشت کے بل لٹا کر منہ اور پاؤں کو قبلہ کی جانب کرنے کو اختیار کیا ہے۔

6. مفتی شمس الدین خراسانی کا فتوی

« فصل من للمحتضر بفتح الضاد المعجمة أي للدانی من الموت (ان یوجه الی القبلة) علی یمینه وهذه إذا لم یشق علیه والا ترك علیٰ حاله وجعل رجلاه الی القبلة واختیر في بلادنا الی استلقاء علی قفاه لانه ایسر لخروج الروح »[1].

ترجمہ: جان کنی والے شخص کا منہ قبلہ کے طرف کیا جائے جب وہ دائیں پہلو لیٹا ہوا ہو اور ایسا کرنے سے اسے تکلیف نہ پہنچے ورنہ اسے پہلی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس کے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دیے جائیں، ہمارے علاقوں میں منہ اور پاؤں کو روبقبلہ کرنے کو اختیار کیا گیا ہے کیوں کہ اس حالت میں روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

1) جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ المسمی بالنقایۃ، صفحہ 155 ذکر صلاۃ الجنازہ، تالیف: المولی شمس الدین محمد خراسانی قهستانی، تاریخ طباعت 1858 عیسوی

7. مفتی خیر محمد جالندھری کا فتوی

« من للمحتضر أن یوجه الی القبلة مضطجعا علی یمینه وھذہ اذا لم یشق علیه والا ترك علی حاله وجعل رجلاہ الی القبلة » [1].

ترجمہ: جان کنی والے شخص کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے جب وہ دائیں پہلو لیٹا ہوا ہو اور ایسا کرنے سے اسے تکلیف نہ پہنچے ورنہ اسے پہلی حالت پر چھوڑ دیا جائے، اس کے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دیے جائیں۔

مریض شخص کیلئے پاؤں روبقبلہ پھیلا کر نماز پڑھنے کا حکم

فقہائے اہلسنت نے مریض شخص کے لئے نماز پڑھنے کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں پاؤں روبقبلہ پھیلانے کا حکم دے رکھا ہے۔

« وعلی ظھرہ یستلقی متوجها ووضع وسادة تحت راسه حتی یکون شبه القاعدة لیتمکن من الایماء وجعل رجلیه الی القبلة » [2].

---

1) کتاب خیر الفتاویٰ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 262، قریب المرگ کے بارے میں مسنون عمل، تالیف مولانا خیر محمد جالندھری، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

2) جامع الرموز، صفحہ 138، ذکر الصلوۃ المریض، تالیف شمس الدین محمد خراسانی (ایرانی)

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 455، مباحث الجنائز، تالیف عبد الرحمٰن جزیری منشورات محمد علی بیضون بیروت لبنان، تاریخ طباعت 2002 عیسوی

ترجمہ: اگر مریض شخص بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں وہ پشت کے بل چارپائی پر لیٹ جائے اور اس کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ دیا جائے تاکہ وہ بیٹھنے والے شخص کے مشابہ ہو جائے اور رکوع اور سجود کو اشارہ کے ساتھ اچھی طرح سے بجالا سکے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دے۔

تبصرہ

جس طرح نمازی کا قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نماز پڑھنے سے قبلہ کی توہین اور اہانت ہرگز مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کا استقبال قبلہ مقصود ہوتا ہے، اسی طرح جان کنی کی حالت میں مرنے والے شخص کے پاؤں کو قبلہ کی طرف پھیلانے سے ہمارا مقصود قبلہ کی توہین اور اہانت ہرگز نہیں بلکہ مرنے والے شخص کو استقبال قبلہ کرانا مقصود ہوتا ہے۔

مرنے والے شخص کے پاؤں کو قبلہ کی طرف فقط ہمارے ہاں ہی روا نہیں بلکہ اہل سنت فقہاء بھی اس عمل کی اجازت دیے رکھی ہے، جیسا کہ آپ نے اوپر اہلسنت حضرات کی معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمالیے ہیں۔

خواہ مخواہ عوام کو شیعان حیدر کرار کے خلاف بھڑکانے کے لیے فتوی فروشی کا بازار گرم رکھا جاتا ہے، اگر مرنے والے شخص کے پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا جرم ہے تو اس جرم میں اہلسنت بھی ہمارے ساتھ برابر شریک ہیں، اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو آپس میں متفق اور متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

احتضار کے مستحبات اور آداب

جو شخص جان کنی کی حالت میں مبتلا ہو اسے کلمات فرج کلمہ شہادتین اور ائمہ ھدی علیہم السلام کی ولایت امامت کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

کلمات الفرج:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَ رَبِّ الْأَرَضِينَ السَّبْعِ وَ مَا فِيهِنَّ وَ مَا بَيْنَهُنَّ وَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْحَدِيثَ »[1].

کلمہ شہادت: « أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُه».

کلمہ ولایت:

یعنی وہ اس طرح گواہی دے: أشهد انا علياً امامي عليه السلام ، حسن امامي عليه السلام ، حسين امامي عليه السلام ، على بن الحسين امامي عليه السلام ، محمد باقر امامي عليه السلام ، جعفر صادق امامي عليه السلام ، على رضا امامي عليه السلام ، محمد تقى امامي عليه السلام ، على نقى امامي عليه السلام ، حسن عسكري امامي عليه السلام ، محمد

1)وسائل الشیعہ، جلد اول، صفحہ 459، 38باب استحباب تلقین المحتضر کلمات الفرج

ابن الحسن امامي ﷺ اور ائمہ علیہم السلام کی ولایت کا مسلسل اقرار کرتا رہے یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر جائے۔[1]

اگر زندگی کے لمحات کم رہ جائیں اور ملک الموت مہلت نہ دے تو اس صورت میں مرنے والا شخص اپنی زبان پر فقط یہ کلمہ جاری کر دے تو کافی ہے۔

« اشهد ان الله اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله وأشهد علياً ولي الله اولاده المعصومون حجج الله على الخلق ».

سوال: مرنے والے شخص کو ان کلمات کی تلقین کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: «عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بُنْدَارَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي خَدِيجَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ إِلَّا وَكَّلَ بِهِ إِبْلِيسُ مِنْ شَيَاطِينِهِ مَنْ يَأْمُرُهُ بِالْكُفْرِ وَيُشَكِّكُهُ فِي دِينِهِ حَتَّى تَخْرُجَ نَفْسُهُ فَمَنْ كَانَ مُؤْمِناً لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَإِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَلَقِّنُوهُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَمُوتُوا»[2].

---

1) وسائل الشیعہ ج1 ص460

2) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد 2، باب استحباب تلقین المحتضر الشہادتین، کتاب الطہارۃ، صفحہ 455

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب کسی شخص پر حالت نزع طاری ہو جاتی ہے تو ابلیس ملعون اپنے شیطانوں میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے کہ تو جا کر اسے کافر بنانے کی کوشش کر اور اسے دین اور ایمان کے بارے میں شک ڈال دے وہ شیطان اسے گمراہ کرنے کے لیے مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکی سانس رک جاتی ہے مگر مومن پر اسکا بس نہیں چلتا مرنے والا شخص کو کلمہ شہادت کی تلقین مسلسل کرتے رہو یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر جائے۔

1) جو شخص جان کنی کے عالم میں ہو اس کی آسانی کے لئے اس کے سرہانے سورہ یاسین اور سورہ صافات کی تلاوت کی جائے۔

2) جس شخص کی جان نکلنے میں مشکل ہو اسے وہاں لٹایا جائے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا۔

* اہلسنت کے ہاں بھی جان کنی کے وقت مرنے والے شخص کو تلقین کرنا مستحب ہے:

« أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ » (1).

ترجمہ: ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مرنے والے عزیز کو اس کلمہ توحید کی تلقین کرو یعنی لا الہ الاّ اللہ۔

1) صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 392، کتاب الجنائز، تالیف: ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری

« عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ ﷺ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ »[1].

ترجمہ: اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر بیان کرتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اپنے مرنے والے عزیز کو ان کلمات کی تلقین کیا کرو: « لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ».

مرنے کے بعد کے احکام

مستحب ہے کہ مرنے کے بعد میت کی آنکھیں اور ہونٹ بند کر دیے جائیں اور اس کی تھوڑی کو باندھ دیا جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیے جائیں اور اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا جائے۔

اور اگر موت رات کو واقع ہو تو متعلقہ اشخاص کو چاہیے کہ جہاں موت واقع ہوئی ہو وہاں چراغ جلائیں، اور جنازے میں شرکت کے لئے مومنین کو اطلاع دیں اور میت کو دفن کرنے میں جلدی کریں لیکن اگر اس کے مرنے کا یقین نہ ہو تو انتظار کریں تا کہ صورتحال واضح ہو جائے۔

---

1) سنن ابن ماجہ، جلد2، صفحہ 438، باب ماجاء في ثواب من عاد مريضاً، حدیث نمبر 1446، دار الرسالہ العالمیہ بیروت لبنان طبع اولی 2009

علاوہ ازیں اگر میّت حاملہ ہو اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہو تو چاہیے کہ دفن کرنے میں اتنا توقف کریں کہ اس کا بایاں پہلو چاک کرکے بچہ باہر نکالیں اور پھر اس پہلو کو سی دیں۔

محبوب کے غم میں رونے کا بیان

اپنے محبوب کی مصیبت اور غم میں رونا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے، اور بلا تفریق مذہب وملت کے تمام بنی نوع انسان اپنے اپنے پیاروں کی جدائی پر روکر حزن وملال کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے کہ محدث شاہ ولی اللہ دہلوی نے اسی چیز کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

« وَلما كَانَ البكا على الْمَيِّت والحزن عَلَيْهِ طبيعة لَا يَسْتَطِيعُونَ أَن ينفكوا عَنْهَا لم يجز أَن يكلفوا بِتَرْكِهِ كَيفَ وَهُوَ نَاشِىء من رقة الجنسية وَهِي محمودة لتوقف تألف أهل الْمَدِينَة فِيمَا بَينهم عَلَيْهَا، وَلِأَنَّهَا مُقْتَضى سَلامَة مزاج الْإِنْسَان »[1].

ترجمہ: میت پر رونا اور اس پر غم کرنا ایک طبعی امر ہے جو فطرت بشری سے جدا نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے انسان کو گریہ ترک کرنے کی تکلیف نہیں دی گئی، رونا اور غم کرنا رقت قلبی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ ممدوح ہے یہ گریہ انسان کے مزاج کی سلامتی کی دلیل ہے۔

---

1) حجۃ اللہ البالغۃ، جلد نمبر 2، القسم الثاني–الجنائز، صفحہ نمبر 58، تالیف: أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف شاہ ولی اللہ دہلوی (المتوفى: 1176ھ)، المحقق: السيد سابق، الناشر: دار الجيل، بيروت–لبنان الطبعة: الأولى، سنة الطبع: 1426ھ- 2005 عیسوی

آقا خمینی فرماتے ہے:

«یجوز البکاء علی المیت، بل قد یستحب عند اشتداد الحزن، ولکن لا یقول ما یسخط الرب، وکذا یجوز النوح علیه بالنظم والنثر لو لم یشتمل علی الباطل من الکذب وغیره من المحرمات»[1].

ترجمہ: میت پر رونا جائز ہے بلکہ سخت حزن و ملال کی صورت میں مستحب عمل ہے، لیکن زبان پر ایسا کلمات جاری کرنے سے اجتناب کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہوں، اور اسی طرح نظم اور نثر کی صورت میں نوحہ پڑھنا بھی جائز ہے، بشر طیکہ وہ جھوٹ اور دیگر محرمات پر مبنی نہ ہو۔

بسا اوقات ایک موضوعہ روایت کا سہارا لے کر مرحوم کے ورثاء کے اذہان میں یہ خلش پیدا کر کے انہیں رونے سے منع کیا جاتا ہے، کہ روایت میں آیا ہے کہ اہل خانہ کہ رونے سے میت کو عذاب پہنچتا ہے۔

جواب: اس روایت کو ام المؤمنین بی بی عائشہ نے خود جھوٹا قرار دیا ہے، ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد میں نے اس حدیث کو ام المؤمنین حضرت بی بی

---

1) تحریر الوسیلة، تالیف: السید روح اللہ خمینیؒ (متوفی 1409ھ)، جلد 1، ص93، المسائل المتفرقة، مسئلہ نمبر 2، مطبعة الآداب - النجف الأشرف، والناشر: دار الکتب العلمیة، مؤسسة مطبوعاتی إسماعیلیان - قم - إیران، طبعہ 2، تاریخ طباعت: 1390

عائشہ کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ رحمت کرے عمر پر خدا کی قسم رسول اللہ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا کہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر پر عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے زیادہ کر دیتا ہے، اور ساتھ قرآن کی اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا، کیا قرآن میں یہ آیت نہیں ہے ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾[1]، کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے۔[2]

محبوب کے غم میں رونا ممدوح اور رحمت خداوندی ہے جس کے جواز میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

غسل میت کا بیان

جب روح آدمی کے بدن سے نکل جاتی ہے تو شریعت مقدسہ نے اس کی تجہیز و تکفین کے فرائض کو جلدی انجام دینے کا حکم دے رکھا ہے سب سے پہلے اسے غسل میت دیا جائے گا جو کہ واجب کفائی ہے۔

---

1) سورۃ انعام آیت 164

2) صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 349، تالیف: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (فارسی)، کتاب الجنائز

غسل میت واجب کیوں؟

« وَ بِإِسْنَادِهِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ عَنِ الرِّضَا ؑ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرَ بِغُسْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ إِذَا مَاتَ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ النَّجَاسَةَ وَ الْآفَةَ وَ الْأَذَى فَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ طَاهِراً إِذَا بَاشَرَ أَهْلَ الطَّهَارَةِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ يَلُونَهُ وَ يُمَاسُّونَهُ فِيمَا بَيْنَهُمْ نَظِيفاً مُوَجَّهاً بِهِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ »[1].

ترجمہ: غسل میت کے وجوب کی علت حضرت امام علی رضا علیہ السلام بیان فرماتے ہیں جب انسان کی روح اس کے بدن سے پرواز کرتی ہے تو اس کے بدن پر نجاست غلاظت اور کثافت اور خباثت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

تو اس کے بدن کو ان رزائل سے پاک کرنے کے لیے غسل میت کا حکم دیا گیا ہے، اور چونکہ مرنے والے شخص نے اہل آخرت اور ملائکہ مقربین سے ملاقات کرنی ہوتی ہے لہذا واجب ہے کہ پاک و پاکیزہ ہو کر ان زوات قدسیہ سے ملاقات کے لائق ہو سکے۔

اس کے علاوہ بھی غسل میت کے وجوب کے اندر بہت سے مصالح اسرار اور رموز مضمر ہیں کہ موت کے بعد جسم انسانی پر مختلف قسم کے خطرناک جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جن کے خاتمے کے لیے غسل میت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، کتاب الطہارۃ، ابواب غسل المیت، جلد نمبر 2، صفحہ 478

میت کو تختہ پر لٹانے کا طریقہ

میت کو غسل دیتے وقت اس کو تختے پر روبقبلہ لٹانا مستحب ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے غسل میت کے بارے میں سوال کیا گیا۔

« فَقَالَ اسْتَقْبِلْ بِبَطْنِ قَدَمَيْهِ الْقِبْلَةَ حَتَّى يَكُونَ وَجْهُهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ »[1].

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں کے تلوے کو قبلہ کی طرف قرار دو تاکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔

جس طرح مذہب امامیہ فقہ جعفریہ کے نزدیک غسل کے وقت میت کو تختہ پر روبقبلہ لٹا کر غسل دینا مستحب ہے، اسی طرح اہلسنت کے ہاں بھی میت کو روبقبلہ تختہ پر لٹا کر غسل دینا موافق شریعت ہے۔

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کے سامنے ان اکابرین فقہاء اہل سنت کے اسما پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ جنہوں نے صراحتاً لکھا ہے کہ میت کو غسل دینے کے دو ہی طریقے ہیں۔

طریقہ اول: میت کو مشرق مغرب کی طرف لٹا کر غسل دیا جائے۔

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 2، صفحہ 481

دوسرا طریقہ: میت کو شمال جنوب کی طرف لٹا کر غسل دیا جائے۔

اور کہا ہے کہ یہ دونوں غسل کے طریقے شریعت مقدسہ کے موافق ہیں۔

1. مفتی محمود کا فتوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں غسل میت کے وقت قبلہ رخ کرنے کے لیے میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میت کو غسل دیتے وقت اسے روبقبلہ کرنے کے لیے مشرق مغرب لٹانا یا شمال جنوب لٹانا دونوں درست ہیں اور دونوں طریق موافق شریعت کے ہیں۔[1]

2. مفتی جمیل احمد سکروڈھوی کا فتوی

غسل میت کی کیفیت کے متعلق ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تختہ قبلہ کی جانب طولا رکھا جائے یعنی تختہ طول میں شرقا اور غربا رکھا جائے جیسے مریض مرض کی حالت میں لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھنے کی صورت میں شرقا اور غربا لیٹتا ہے یعنی اسکے پاؤں قبلہ کی جانب اور سر پورپ کی جانب ہوتا ہے۔

---

1) فتاوی مفتی محمود، جلد نمبر 3، صفحہ 35، کتاب الجنائز، فقیہ ملت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان

اور بعض نے کہا ہے کہ تختہ عرضا رکھا جائے جیسے میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور میت کو تختہ پر لیٹانے کی کیفیت کے بارے میں کوئی روایت منقول نہیں ہے، البتہ عرف یہ ہے کہ میت کو گدی پر چت لٹا دیا جاتا ہے۔(1)

نوٹ: فقہائے اہل سنت نے مریض شخص کی نماز پڑھنے کا طریقہ کچھ الفاظ میں بیان کیا ہے اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہیں تو چت لیٹے اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے اور اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے اور چاہیے کہ اس کہ سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا جائے تا کہ وہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور رکوع، سجدے کا اشارہ اچھی طرح سے کر سکے۔(2)

3. مفتی خیر محمد جالندھری کا فتوی

غسل کے وقت میت کو کیسے لٹایا جائے؟

سوال: ایک جگہ میت کو غسل دیتے وقت پاؤں قبلہ کی طرف اور سر مشرق کی طرف کیا گیا کیا یہ درست ہے؟ جواب: ایسے بھی جائز ہے مگر مستحسن یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ ہو جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے۔(3)

---

1) اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ، جلد 2، باب الجنائز، صفحہ 344

2) فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیریہ، جلد نمبر 1، کتاب الصلاۃ، صفحہ 337

3) خیر الفتاوی، جلد 3، صفحہ 147، تالیف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان

4. مفتی عبد الحق کا فتوی

سوال: میت کو غسل دیتے وقت اس کارخ کس طرف کرنا مسنون ہے؟

جواب: فقہی ذخائر میں میت کو غسل کے لئے تختہ پر لٹانے کے دو طریقے لکھے گئے ہیں،

پہلا طریقہ: میت کے پاؤں کو قبلہ رخ کرکے تختہ پر رکھا جائے۔

دوسرا طریقہ: صرف چہرہ قبلہ رخ کرکے رکھا جائے جس طرح میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔[1]

5. مفتی ظفر احمد عثمانی کا فتوی

غسل کے وقت جس طرح چاہیں میت کو لٹادیں یہ اصح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹادیں اس صورت میں پیر اور منہ دونوں قبلہ کی طرف ہوں گے اور کتاب محیط وغیرہ میں اس طریقہ کو سنت بتلایا گیا ہے۔[2]

---

1) فتاویٰ حقانیہ، جلد نمبر 3، صفحہ 455، کتاب جنائز کے مختلف مسائل واحکام، افادات شیخ الحدیث مولانا عبد الحق جامعہ دارالعلوم حقانیہ زیر نگرانی مولانا سمیع الحق استاذ حدیث شائع کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پاکستان

2) کتاب امداد الاحکام، جلد نمبر 1، صفحہ 822، کتاب الجنائز، اعلیٰ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر 14

6. مفتی الشیخ ابراہیم حلبی کا فتوی

« قال في المبسوط والبدايع والمرغناني يوضع على تخت طولا الى القبلة كما فى الصلاة المريض بالائماء »[1].

ترجمہ: کتاب مبسوط بدائع اور مرغینانی میں منقول ہے کہ غسل دیتے وقت میت کو تختہ پر لمبائی میں قبلہ کی طرف لٹایا جائے جس طرح مریض کو نماز پڑھانے کے لیے اس کی چارپائی کا رخ لمبائی میں قبلہ کی طرف کیا جاتا ہے، اور اس کے پاؤں قبلہ طرف کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اشارے کے ساتھ رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے بجالا سکے۔

7. حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا فتوی

سوال: غسل کے وقت مردے کا منہ کس طرف ہونا چاہیے؟

جواب: غسل کے وقت تختہ پر مردہ کو رکھنے کی دو صورتیں لکھی ہیں، ایک قبلہ کی جانب پاؤں کر کے لٹانا، دوسرا قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے قبر میں رکھتے ہیں اور دونوں صورتوں میں سے جو میسر ہو سکے جائز ہے۔[2]

---

1) غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی، کتاب الجنائز، جلد نمبر 1، صفحہ 577، تالیف: الشیخ ابراہیم حلبی (متوفی 956ھ) مطبوعہ ترکی، تاریخ اشاعت 1795 عیسوی

2) امداد الفتاوی، جلد نمبر 1، صفحہ 571 باب الجنائز، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی 14 طباعت 2001 عیسوی

میں شیعہ سنی مسلمان بھائیوں کے مابین نفرت اور کدورت کا بیج بونے والے اُن ان پڑھ شعلہ بیان خطباء کرام سے سوال کرتا ہوں کیا آپ کے مسلک کے جید علمائے کرام اور فقہاء عظام نے غسل کے وقت میت کے پاؤں کے تلوں کو روبقبلہ قرار دینے کو موافق شریعت قرار نہیں دے رکھا؟

تو پھر آپ کس طرح شیعان حیدر کرار کو طعنہ دے سکتے ہیں کہ آپ لوگ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں روبقبلہ قرار دے کر قبلہ کی توہین اور اہانت کا مرتکب ہوتے ہیں

ما هو جوابكم فهو جوابنا؟

غسل میت کے آداب و مستحبات

میت کو چھ مشکیزہ پانی کے ساتھ غسل، دیا جائے اور غسل سے پہلے میت کو وضو کروایا جائے نیز اسکے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے جایں اور اس کے بدن اور شرمگاہ سے عین نجاست زائل کیجائے، میت کے سر کو دھوتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ بیری کی جھاگ وغیرہ میت کے ناک اور کان میں داخل نہ ہو۔

غسل میت میں ان امور کا بجالانا مستحب ہے:

1. چھت وغیرہ کے نیچے غسل دینا تاکہ زیر آسمان نہ ہو.
2. غسل کا پانی گرنے کے لئے گڑھا وغیرہ کھودنا.
3. غسل دینے والے کو میت کے دائیں طرف رہنا۔

4. غسل دینے والے کو ہر غسل میں اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔
5. غسل سے پہلے میت کو بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالے کے وضو کروانا۔
6. ہر غسل میں میت کے سر اور دائیں جانب اور بائیں جانب کو تین تین مرتبہ دھونا۔
7. میت کی انگلیاں اور دوسرے جوڑوں کو آہستگی سے ملنا اور نرم کرنا۔
8. غسل دیتے وقت میت کے جسم پر ہاتھ پھیرنا تاکہ تمام اعضاء پر اچھی طرح سے پانی پہنچ جائے۔
9. غسل دینے والے شخص کو غسل دیتے وقت ذکر الہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور بہتر یہ ہے زبان پر مسلسل رب عفوک عفوک کا ورد جاری رکھے۔
10. تینوں غسل سے فارغ ہونے کے بعد میت کے جسم کو پاکیزہ کپڑے سے خشک کرنا تاکہ کفن جلدی بوسیدہ نہ ہو جائے۔
11. اگر غسل دینے والا شخص ہی میت کو کفن پہنائے تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوئے اور دونوں پاؤں کو گھٹنوں تک تین مرتبہ دھوئے۔

مکروہات غسل میت

غسل میت میں آٹھ امور کا بجالانا مکروہ ہے:

1. میت کو بٹھا کر غسل دینا۔
2. غسل دینے والے شخص کا اپنے دونوں پاؤں کے درمیان میت کو قرار دینا۔

3. میت کا سر مونڈنا یا اسکے جسم کے کسی اور حصے سے بال اکھاڑنا۔

4. ناخن کاٹنا۔

5. بالوں میں کنگھی کرنا۔

6. گرم پانی سے غسل دینا۔

7. غسل کا پانی لیٹرین وغیرہ میں چھوڑنا۔

8. حاملہ عورت کی میت کے شکم پر ہاتھ پھیرنا۔

غسل میت دینے والے کے شرائط

غسل دینے والے شخص کو غسّال کہا جاتا ہے، اور اس کیلئے مسلمان، شیعہ اثنا عشری، بالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے، غسل دینے والے شخص کو چاہیے کہ غسل والے ہاتھ پر کپڑا لپیٹے تا کہ اس کا ہاتھ شرمگاہ پر نہ پڑے۔

اور اگر غسّال دستانہ پہن کر میت کو غسل دے اور اس کا ہاتھ میت کے بدن کے ساتھ لمس نہ کرے تو اس پر غسل مسِ میت واجب نہیں ہوتا۔

شیعہ کے نزدیک غسل میت کا طریقہ

شریعت مقدسہ میں میت کو باترتیب تین غسل دینے واجب ہیں پہلا غسل آب سدر یعنی پانی میں بیری کے پتے ملاکر، دوسرا غسل آب کافور سے یہ یعنی پانی میں تھوڑا سا کافور ملا کر تیسرا غسل آب خالص سے دیا جائے۔

نوٹ: پانی میں بیری کے پتے اور کافور اتنی مقدار میں ملائیں کہ پانی کو مضاف نہ کہا جاسکے

سب سے پہلے میت کو تختہ پر اس طرح لٹائیں کہ اس کے پاؤں کے تلوے رو قبلہ قرار پائیں اور کپڑوں کو پاؤں کی طرف سے نکال لیں۔

اگر لباس تنگ ہو تو ولی کی اجازت سے چاک کر دیں غسل سے پہلے میت سے نجاست اور میل کچیل اور کثافت وغیرہ کو دور کرکے کرکے اس کے تمام جسم کو پاک صاف کر دیا جائے، اور اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑے وغیرہ کا ٹکڑا رکھ دیا جائے تاکہ شرمگاہ پر غسل دینے والے شخص کی نظر نہ پڑے۔

غسل دینے والا شخص ان الفاظ کے ساتھ نیت کرے کہ میں اس میت کو غسل دیتا ہوں آب سدر سے واجب قربۃ الی اللہ اور اسی ترتیب سے غسل دینا شروع کرے جس طرح غسل جنابت کیا جاتا ہے۔

اول سر و گردن کو ایسا دھوئے کہ بالوں کی جڑ تک خوب پانی پہنچ جائے پھر ذرا میت کو کروٹ دے کر اسی کی داہنی جانب گردن سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک تلوے سمیت دھویں، اور پھر اسی طرح بائیں جانب کو دھویں اور پیشاب و پاخانہ کے مقامات کو اچھی طرح سے دھوئیں۔

اس کے بعد غسل دینے والا شخص اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھو کر دوسرا غسل آب کافور سے اسی نیت سے بجالائے کہ میں اس میت کو غسل دیتا ہوں آبِ کافور سے واجب

قربۃ الی اللہ اور اسی ترتیب سے غسل دے جیسے اوپر ذکر ہو چکا ہے، پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو کر خالص پانی سے تیسرا غسل اسی نیت کے ساتھ بجالائے کہ میں اس میت کو غسل دیتا ہوں آبِ خالص سے واجب قربۃ الی اللہ اور اسی ترتیب سے غسل دے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

نوٹ: اگر مرد مرد کو غسل دے رہا ہو تو نیت یوں کرے میں غسل دیتا ہوں آب فلاں سے واجب قربت الی اللہ اور اگر عورت عورت کو غسل دے رہی ہو تو نیت یوں کرے میں غسل دیتی ہوں آب فلاں سے واجب قربۃ الیٰ اللہ۔

آبِ سدر اور آبِ کافورسے غسل کیوں؟

جدید طبی اور سائنسی تحقیق کے مطابق بھی آب سدر اور آب کافور جسم پر جراثیم کے خاتمے کے لیے موثر ثابت ہوتے ہیں۔

حنوط میت کا بیان

غسل دینے کے بعد میت کو حنوط کرنا واجب ہے بہتر یہ ہے کہ میت کو کفن پہنانے سے پہلے حنوط کیا جائے اگرچہ بعد میں بھی حنوط کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حنوط میت کا طریقہ

میت کو غسل دینے کے بعد اعضاء سبع یعنی وہ اعضاء جن کا سجدہ کی حالت میں زمین کے ساتھ مس کرنا واجب ہوتا ہے ان پر کافور سے حنوط کرنا واجب ہے وہ سات اعضاء

مندرجہ ذیل ہیں پیشانی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے کی نوکیں احتیاط واجب یہ ہے کہ پہلے کافور میت کی پیشانی پر ملا جائے لیکن دوسرے مقامات پر ملنے میں ترتیب ضروری نہیں ہے۔

اور حنوط سے جو کافور بچ جائے وہ میت کے سینے پر ڈال دیا جائے کافور کی واجب مقدار یہ ہے کہ اتنا کافور استعمال کیا جائے کہ اس پر کافور کا نام صادق آئے۔

کافور کی مقدار

حنوط کا کافور بہتر یہ ہے کہ دو تولہ چھ ماشے $\frac{3}{10}$ رتی ہو۔

حنوط کی شرعی حیثیت

« عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ طَاوُسٍ فِي كِتَابِ الطُّرَفِ عَنْ عِيسَى بْنِ الْمُسْتَفَادِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ﷺ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ﷺ كَانَ فِي الْوَصِيَّةِ أَنْ يُدْفَعَ إِلَيَّ الْحَنُوطُ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِقَلِيلٍ فَقَالَ يَا عَلِيُّ وَ يَا فَاطِمَةُ هَذَا حَنُوطِي مِنَ الْجَنَّةِ دَفَعَهُ إِلَيَّ جَبْرَئِيلُ وَ هُوَ يُقْرِئُكُمَا السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكُمَا اقْسِمَاهُ وَ اعْزِلَا مِنْهُ لِي وَ لَكُمَا [قَالَتْ ثُلُثُهُ لَكَ] وَ لْيَكُنِ النَّاظِرُ فِي الْبَاقِي عَلِيَّ بْنَ

أَبِي طَالِبٍ ﷺ »[1]. ترجمہ: مولا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحلت سے کچھ دن پہلے مجھے بلایا اور میرے سپرد کافور کیا اور فرمایا اے علی وفاطمہ علیہما السلام یہ میرا جنتی حنوط ہے جو جبریل میرے لئے لائے ہیں اور وہ تمہیں سلام کہتے ہیں، اور اس نے مجھے یہ پیغام الہی سنایا ہے کہ اسے آپس میں تقسیم کرلیں اس کا ایک ثلث میرے لئے ہے اور باقی ماندہ میں علی علیہ السلام کے سپرد کرتا ہوں۔

اہل سنت کے نزدیک غسل میت کا طریقہ

میت کو شرعی غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ:

سب سے پہلے استنجاء کروایا جائے اور اگر جسم سے بول و براز خارج ہو تو غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر میت کی شرمگاہ آگے پچھے دونوں طرف سے دھوئے، اور پانی بہا دے نیز ناف سے لیکر گھٹنے تک جسم کو ڈھانپ کر رکھا جائے۔

تاکہ اس کی طرف نظر نہ پڑے؛ اس کے بعد شرعی وضو کروایا جائے میت کا منہ اور ناک پانی سے صاف کیا جائے، میت کا چہرہ اور کہنیاں دھوئی جائیں، سر اور کانوں کا مسح کروایا جائے، پھر میت کے پاؤں دھوئے جائیں، اور پھر بیری کے پتوں والا پانی سر پر بہا دیا جائے۔

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 3، صفحہ 15، کتاب الطہارۃ

اس کے بعد دائیں جانب اور پھر بائیں جانب پانی ڈالا جائے اور پھر پورے بدن پر پانی بہادیا جائے، آخری باری پانی بہاتے ہوئے کافور بھی لگایا جائے یہ ایک مشہور خوشبو ہے جس سے جسم کی حفاظت اور مہک اچھی ہو جاتی ہے۔

غسل کا یہ طریقہ کار افضل ہے، تاہم کسی طرح بھی غسل دیا جائے کفایت کر جائے گا، شرط یہ ہے کہ سارے جسم پر پانی بہایا جائے اور جسم کی اچھی طرح صفائی کی جائے، لیکن افضل یہی ہے کہ: سب سے پہلے استنجاء کروایا جائے، پھر مکمل شرعی وضو، پھر بیری کے پتوں والے پانی سے تین بار غسل دیا جائے اور پھر تین بار دائیں جانب اور تین بار بائیں جانب پانی بہایا جائے، اور اگر تین بار سے زیادہ غسل دینے کی نوبت آئے تو پانچ بار، اگر اس سے بھی زیادہ ضرورت محسوس ہو تو سات بار غسل دیں۔

یعنی وتر تعداد میں غسل دیا جائے، یہی افضل ہے، اور اگر صرف ایک یا دو بار غسل دیا جائے تو تب بھی کافی ہے، تاہم افضل یہی ہے کہ 3، 5، اور 7 بار غسل ضرورت کہ تحت دیا جاسکتا ہے...[1]

احکام کفن شیعہ کے نزدیک

ہر مسلمان میت خواہ مرد ہو یا عورت اسے تین کپڑوں میں کفن دیناواجب:

1) ماخوذ از: "فتاوی نور علی الدرب" از شیخ ابن باز رحمہ اللہ

http://www.binbaz.org.sa/mat/14043 واللہ اعلم۔

1) قمیص

2) لنگ

3) بڑی چادر

لنگ: اس طرح ہو کہ ناف سے گھٹنوں تک بدن کے اطراف کو ڈھانپ لے اور بہتر یہ ہے کہ سینے سے پاؤں تک پہنچے۔

قمیص یعنی کُرتا: ایسا ہو کہ کندھوں کے سروں سے لے کر آدھی پنڈلیوں تک تمام بدن کو ڈھانپ لے اور بہتر یہ ہے کہ پاؤں تک پہنچے۔

چادر: چادر کی لمبائی اتنی ہونی چاہیے کہ میت کے پاؤں اور سر کی طرف گرہ دے سکیں اور اس کی چوڑائی بھی اتنی ہونی چاہیے کہ اس کا ایک کنارا دوسرے کنارے پر پہنچ سکے۔

کفن میں دو چیزیں مستحب ہوتی ہیں:

1. مرد کے لیے عمامہ۔
2. عورت کے لیے مقنعہ۔

شیعہ کے نزدیک کفن پہنانے کا طریقہ

سب سے پہلے کفن پہنانے والا شخص یہ نیت کرے کہ میں اس میت کو کفن پہناتا ہوں قربۃ الی اللہ پھر کسی چٹائی یا چارپائی وغیرہ پر بڑی چادر بچھا دی جائے اگر مستحبی چادر ہو تو وہ بھی اس بڑی چادر کے اوپر بچھا دی جائے۔

پھر ان دونوں چادروں پر قمیص کا گریبان چاک کر کے رکھ دیا جائے، پھر لنگ مقام ناف سے پنڈلیوں تک بچھا دی جائے، پھر ران پیچ کا ایک سرا چاک کر کے اس جگہ پر رکھ دیا جائے جہاں میت کی کمر رہے گی، اگر میت عورت کی ہو تو اس کا سینہ بند اور اگر میت مرد کی ہو تو عمامہ اس کے سر کی جانب رکھ دیا جائے۔

پھر میت کو ان مندرجہ بالا کپڑوں کے اوپر لٹا دیا جائے، سب سے پہلے ران پیچ کا پھٹا ہوا سرا میت کی کمر کے ساتھ اس طرح باندھیں کہ گرہ ناف پر آپہنچے اور میت کی شرم گاہ پر اچھی طرح سے روئی وغیرہ رکھ دی جائے، پھر ران پیچ کا دوسرا سرا اس گرہ میں نکال کر کھینچ لیں تاکہ مثل لنگوٹ کے ہو جائے تاکہ روئی نہ گر سکے۔

اس کے بعد میت کے دونوں پاؤں ملا دیں باقی ران پیچ کو رانوں پر لپیٹ دیں اور نیچے سے داہنی طرف کو سرا نکال کر کسی تہہ میں دبا دیں تاکہ کھلنے نہ پائے، اس کے بعد لنگی باندھیں اگر عورت کی میت ہو تو سینہ بند سینے پر رکھ کر پشت پر گرہ لگا دیں اور نیچے سے داہنی طرف سرا نکال کر کسی تہہ میں دبا دیا جائے۔

قمیص کا دوسرا سرا جو سرہانے پر رکھا ہوا تھا اسے گلے میں ڈال کر پہنا دیا جائے، اس کے بعد اگر میت مرد کی تو عمامہ اس طرح باندھیں کہ اس کے دونوں سرے تھوڑی کے نیچے سے نکال کر داہنی جانب کا سرا سینے کے بائیں حصے پر اور بائیں جانب کا سرا سینے کے دائیں حصے پر ڈال دیا جائے تاکہ میت کا منہ بند رہے یہ تحت الحنک بنانے کا طریقہ ہے۔

اگر میت عورت کی ہو تو اس صورت میں سر پر مقنعہ مثل رومال کے لپیٹ کر گرہ لگا دی جائے، اس کے بعد حسب ترتیب کفن میں جرید تین اور خاک شفا رکھ دی جائے پھر دونوں چادریں یکے بعد دیگرے اس طرح لپیٹیں کہ چادر کی بائیں جانب کو میت کے دائیں جانب پر پہنچا دیں، پھر دائیں جانب کو اوپر سے بائیں جانب تک پہنچا دیا جائے۔

پھر ایک دھجی سے میت کے سر کی جانب چادر کو سمیٹ کر باندھیں پھر دوسری دھجی سے کمر پر گرہ لگا دیں اور پھر تیسری دھجی سے پاوں کی طرف گرہ لگا دیں تا کہ کفن نہ کھلنے پائے اور چادر کی ایک تہ دوسری تہ سے جدا نہ ہونے پائے۔

مستحب ہے کہ کفن سفید سوتی کپڑے کا ہو اور اسے کسی لوہے وغیرہ کے آلہ سے کاٹنا مکروہ ہے، اور اس پر خاک کربلا سے دعا جوشن کبیر، آیت الکرسی اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مبارکہ ان جگھوں پر مکتوب ہوں جہاں وہ نجس ہونے سے محفوظ رہیں۔

جریدتین کا بیان

کفن کے مستحبات میں سے جرید تین بھی ہیں، جرید تین: سے مراد تر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے ہیں جو طول میں ایک ہاتھ کے برابر ہونے چاہیے، اگر کھجور کی جرید تین میسر نہ ہو سکیں تو کسی اور سبز درخت کی شاخ کو جرید تین کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے مثلا بیر اور خلاف وغیرہ درخت کی۔

کفن میں جریدتین رکھنے کا طریقہ

انہیں روئی میں لپیٹ کر ایک کو میت کی دائیں طرف جسم کے ساتھ ملا کر کے ہنسلی سے ذرا اوپر بغل کے نیچے رکھیں دوسری کو بائیں جانب قمیض کے اوپر ہنسلی سے ذرا نیچے رکھنا مستحب عمل ہے۔

❖ کھجور کی جرید تین کو ترجیح کیوں؟

کھجور کی جرید تین کو دو وجہ سے ترجیح دی جاتی ہے:

(1) کھجور کی شاخیں باقی درختوں کی شاخوں کی نسبت زیادہ دیر سے خشک ہو تیں ہیں۔

(2) کھجور کے درخت کے ساتھ انس رکھنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

« قَالَ وَ رُوِيَ أَنَّ آدَمَ لَمَّا أَهْبَطَهُ اللَّهُ مِنْ جَنَّتِهِ إِلَى الْأَرْضِ اسْتَوْحَشَ فَسَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُؤْنِسَهُ بِشَيْءٍ مِنْ أَشْجَارِ الْجَنَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْهِ النَّخْلَةَ فَكَانَ يَأْنَسُ بِهَا فِي حَيَاتِهِ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِوُلْدِهِ إِنِّي كُنْتُ آنَسُ بِهَا فِي حَيَاتِي وَ أَرْجُو الْأُنْسَ بِهَا بَعْدَ وَفَاتِي فَإِذَا مِتُّ فَخُذُوا مِنْهَا جَرِيداً وَ شُقُّوهُ بِنِصْفَيْنِ وَ ضَعُوهُمَا مَعِي فِي أَكْفَانِي فَفَعَلَ وُلْدُهُ ذَلِكَ وَ فَعَلَتْهُ الْأَنْبِيَاءُ بَعْدَهُ ثُمَّ انْدَرَسَ ذَلِكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَحْيَاهُ النَّبِيُّ ص وَ

فَعَلَهُ وَ صَارَتْ سُنَّةً مُتَّبَعَةً »[1].

ترجمہ: جیسا کہ روایت میں آیا ہے جب جناب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارا گیا تو تنہائی کی وجہ سے ان پر خوف وہراس طاری ہو گیا انہوں نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجا کی اے بارالٰہا جنت کے درختوں میں سے کسی ایک درخت کو میرے لیے زمین پر اتار جس کے ساتھ میں مانوس ہو جاؤں۔

تو اللہ تعالی نے کھجور کے درخت کو زمین پر اتارا جس کے ساتھ جناب آدم علیہ السلام مانوس ہو گئے اور ان پر طاری ہونے والا خوف وہراس ختم ہو گیا۔

اور وقت وفات انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی میں اس کھجور کے درخت کے ساتھ دنیا میں مانوس تھا اور وفات کے بعد بھی میں اس کے ساتھ مانوس رہنا چاہتا ہوں جب میں رحلت فرما جاؤں تو اس کھجور کی جرید تین کو میرے کفن میں میرے ساتھ رکھ دینا۔

جناب آدم علیہ السلام کی وصیت پر ان کی اولاد نے عمل کیا اور کھجور کی جرید تین کو ان کے کفن میں رکھ دیا، اس کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام جناب آدم علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں اس سنت کو ترک کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اس سنت کو زندہ کیا اب اس سنت پر قیامت تک عمل ہوتا رہے گا۔

---

1) وسائل الشیعہ، جلد 2، صفحہ 466، باب جرید تین، تالیف: آغا حر آملی، ناشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام

جریدتین کے فوائد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ میت کے ساتھ جرید تین رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

« فقال انه يتجافى عنه العذاب ما دامت رطبة »[1]. ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تک عذاب قبر مرنے والے کے قریب نہیں آسکتا جب تک جرید تین میں نمی باقی رہے۔

جریدتین بنانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت

« عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ......ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ: لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا »[2].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی دو قبور کے پاس سے گزرے جن پر عذاب نازل ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بتایا کہ ان کی

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد 2، صفحہ 466

2) صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 402، باب الجرید علی القبر، کتاب الجنائز، تالیف: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی 256 ہجری)

قبوروں پر عذاب گناہاں کبیرہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک شخص طہارت اور نجاست کا خیال نہیں رکھتا تھا دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی تازہ شاخ لی اور اس کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا ایک کی قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے کی قبر پر گاڑ دیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے ایسے کیوں کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امید ہے کہ اس وقت تک ان لوگوں کی قبروں میں عذاب کی تخفیف رہے گی جب تک یہ جرید تین خشک نہیں ہونگیں۔

أبو بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت

«وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ »[1].

ترجمہ: صحابیِ رسول بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میں کھجور کی دو تر شاخیں رکھنا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جب کھجور کی جرید تین کو قبر کے اوپر گاڑ دینے سے عذاب قبر میں تخفیف ہو سکتی ہے تو پھر جرید تین اگر قبر کے اندر میت کے کفن میں رکھ دی جائیں تو بدرجہ اولیٰ میت کیلئے عذاب قبر میں تخفیف کا سبب کیوں نہیں بن سکتیں۔

1) صحیح بخاری، جلد2، صفحہ 402، باب الجرید علی القبر

عذاب قبر میں تخفیف دلانے کے لئے جرید تین رکھنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم کے عمل سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ صحابی رسول ﷺ ابو بریدہ اسلمی کی وصیت میں آپ نے ملاحظہ فرمالیاہے۔

اہلسنت کے نزدیک کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میّت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں تاکہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں۔

پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میّت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافور لگائیں پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر دہنی طرف سے تاکہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔

عورت کو کفنی پہنا کر اُس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈالدیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر مونھ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اُس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بیجاو

خلافِ سُنت ہے پھر بدستور اِزار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔[1]

پانچ تکبیر نماز جنازہ کا بیان

مکتب تشیع خیر البریہ کا صدر اسلام سے لے کر آج تک اس بات پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اہلبیت علیہم السلام اور کامل ایمان ہستیوں پر پڑھا گیا ہے ۔ اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں کتب فریقین سے حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ سنت نبوی سیرت اہلبیت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

جناب آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ

«عن ابن عباس: لما مات آدم قال شيث لجبرائيل: صل عليه. فقال: تقدم أنت فصل على أبيك؛ فكبر عليه ثلاثين تكبيرة. فأما خمس فهي الصلاة. وأما خمس وعشرون فتفضيلا لآدم»[2].

1) عالمگیری، درمختار وغیرہما

2) الكامل في التاريخ، ذكر وفاة آدم علیہ السلام، ج1، ص47، تاليف: عز الدين ابن الأثير، دار الكتاب العربي1417ھ / 1997عیسوی، تاریخ طبری، ج1، ص101

ترجمہ: جناب ابن عباس بیان کرتے ہیں جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو جناب شیث علیہ السلام نے جناب جبرائیل علیہ السلام سے نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کہا تو جبرائیل علیہ السلام نے جناب شیث علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے والد کی نماز جنازہ خود پڑھائیں، جس میں تیس تکبیریں کہیں ان میں پانچ نماز جنازہ کیلئے ہیں اور ،باقی پچیس تکبیریں حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے باعث پڑھی جائیں گی۔

اہلسنت کی اس روایت سے یہ چیز کشف ہو رہی ہے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا واجب ہیں مگر کسی عظیم ہستی کے مقام ومنزلت کو مد نظر رکھتے ہوئے پانچ سے زیادہ تکبیریں کہنا بھی جائز ہے۔

« مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنِ الصَّادِقِ ع أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا مَاتَ آدَمُ فَبَلَغَ إِلَى الصَّلَاةِ عَلَيْهِ قَالَ هِبَةُ اللَّهِ لِجَبْرَئِيلَ تَقَدَّمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَصَلِّ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ فَقَالَ جَبْرَئِيلُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنَا بِالسُّجُودِ لِأَبِيكَ فَلَسْنَا نَتَقَدَّمُ أَبْرَارَ وُلْدِهِ وَأَنْتَ مِنْ أَبَرِّهِمْ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ خَمْساً عِدَّةَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي فَرَضَهَا اللَّهُ عَلَى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ص وَهِيَ السُّنَّةُ الْجَارِيَةُ فِي وُلْدِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ »[1].

---

1) وسائل الشیعہ، ج3، ص76

ترجمہ: عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں جب آدم علیہ السلام کی رحلت ہوئی اور انکی نماز جنازہ پڑھنے کی نوبت ائی تو جناب ھبہ اللہ (شیث) نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا اے اللہ کے فرستادہ اگے بھڑ ہیں اللہ کے نبی کی نمازہ جنازہ پڑھایں تو جناب جبرئیل نے کہا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا تھا ہم آپ کے والد کے سامنے سجدہ ریز ہوں اس لئے ہم انکی صالح اولاد کے اگے کھڑے نہیں ہوتے۔

آپ ان کی تمام اولاد میں سے زیادہ صالح ہیں اپ ہی اگے بڑھیں اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھایں یہی تکبیریں ان نمازوں کی تعداد کے برابر ہیں جو اللہ تعالی نے امت محمدیہ پر فرض کی ہیں اور یہ پانچ تکبیریں وہ سنت جاریہ ہیں جو انکی اولاد میں قیامت تک جاری وساری رہیں گی۔

شیعہ سنی دونوں روایات کا ماحاصل یہی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کے نمازہ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی گئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ

جب اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کا عمل مکمل ہوگیا تو« وصلى عليه العباس وعلي صفاً واحداً وكبر عليه العباس خمساً ودفنوه »[1].

1) کنز العمال فی سنن اقوال والافعال، ج 7، ص 259، ذکر کیفیت وفات، کتاب الشمائل، از قسم الافعال، حرف تہجی الشین، علاء الدین علی متقی بن حسام الدین الھندی، متوفی 975ھ

ترجمہ: مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور جناب عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی اور جناب عباس نے اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ تکبیریں کہیں اور دفن کر دیا۔

اہلسنت کی اس روایت کے مطابق بھی سید الانبیاء علیہ السلام کی نماز جنازہ میں بھی پانچ تکبیریں کہی گئی۔

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کا فرمان

« عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام قَالَ: التَّكْبِيرُ عَلَى الْمَيِّتِ خَمْسُ تَكْبِيرَاتٍ »[1].

ترجمہ: عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہیں۔

فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ

« وَ بِإِسْنَادِهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّلْتِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ

1) الاستبصار فیما اختلف منہ الاخبار، جلد نمبر 1، صفحہ 474، باب نمبر 293، عدد التکبیرات علی الاموات، تالیف شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی 460ھ)

عَنْ قُدَامَةَ بْنِ زَائِدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ؑ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ خَمْساً»[1].

ترجمہ: قدامہ بن زائدہ بیان کرتا میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے جناب ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔

کامل الایمان شخص کی نماز جنازہ

« عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى قَوْمٍ خَمْساً وَ عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ أَرْبَعاً فَإِذَا كَبَّرَ عَلَى رَجُلٍ أَرْبَعاً اتُّهِمَ يَعْنِي بِالنِّفَاقِ»[2].

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گروہ پر پانچ اور دوسرے گروہ پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھاتے تو لوگ اسے منافق خیال کرتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کامل الایمان لوگوں پر پڑھا جاتا ہے۔

---

1) وسائل الشیعة، ج3، ص75، باب وجوب التکبیرات الخمس في صلاة الجنازة

2) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 3، صفحہ 72 تالیف: آغا حر آملی، ناشر مؤسسة آل البیت علیہم السلام

جناب فاطمہ زہرا علیہاالسلام کی نماز جنازہ

«عَنْ عَلِيٍّ ؑ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى فَاطِمَةَ وَ كَبَّرَ عَلَيْهَا خَمْساً وَ دَفَنَهَا لَيْلًا»[1].

ترجمہ: مولا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے صدیقۃ الکبریٰ جناب فاطمۃ زہرا اسلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں پانچ تکبیریں کہیں اور انہیں رات کی تاریکی میں لحد کے سپرد کیا۔

«رُوِي عَنْ عَلِيٍّ ؑ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى فَاطِمَة خَمْساً»[2].

ترجمہ: مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جناب فاطمہ الزہرا اسلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور جس میں پانچ تکبیریں کہیں۔

---

1) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 259، تالیف: ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابوالفتح اربلی (متوفی 692 ہجری) ذکر جناب فاطمۃ الزہرا اسلام اللہ وصلوت اللہ علیہا

2) کتاب البحر الزخار الجامع مذاہب علماء الامصار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 191، ذکر جنازہ، تالیف: امام المہدی الدین اللہ احمد بن یحییٰ بن مرتضی (متوفی 840 ہجری)

وبحامشہ کتاب جواہر الاخبار والآثار للعلامہ المحقق محمد بن یحییٰ بھران الصعدی (متوفی 957 ہجری) دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، تاریخ طباعت 2001 عیسوی

سھل بن حنیف کی نماز جنازہ

« عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَ كَبَّرَ خَمْساً ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ »[1].

ترجمہ: امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں پانچ تکبیریں کہیں پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں بتایا کہ یہ جنگ بدر کے شرکاء میں سے ہے۔

مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی نماز جنازہ

حضرت امام حسن علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بابا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تجہیز و تکفین فرمائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔[2]

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 79، کتاب الطھارہ

2) کتاب خلفائے راشدین، صفحہ نمبر 251، باب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام، تالیف: مولانا حاجی معین الدین حنفی، ناشران قرآن لمیٹڈ اُردو بازار لاہور

کتاب کفایۃ الطالب، صفحہ 322، الباب الحادی عشر فی مبلغ عمرہ، تالیف: الشیخ علامہ عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی (متوفی 658ھ)

پانچ تکبیر نماز جنازہ کی علت

« عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى

فَرَضَ الصَّلَاةَ خَمْساً وَ جَعَلَ لِلْمَيِّتِ مِنْ كُلِّ صَلَاةٍ تَكْبِيرَةً »[1].

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کر رکھی ہیں اور ہر ایک نماز کے بدلے میں نماز جنازہ میں ایک تکبیر کو قرار دیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام کا مامون الرشید عباسی کے نام خط

« عَنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ عَنِ الرِّضَا ؑ فِي كِتَابِهِ إِلَى الْمَأْمُونِ قَالَ: وَ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ خَمْسُ تَكْبِيرَاتٍ فَمَنْ نَقَصَ فَقَدْ خَالَفَ السُّنَّةَ »[2].

ترجمہ: فضل بن شاذان رضی اللہ عنہ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہے کہ آپ علیہ السلام نے مامون الرشید عباسی کے نام مکتوب بھیجا جس میں ذکر کیا کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہے جو اس سے کم کرے گا وہ سنت رسول خدا کا مخالف متصور ہو گا۔

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد 3، صفحہ 73

2) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 3، صفحہ 78

مامون الرشید کی وصیت

جب مامون الرشید عباسی کا وقت وفات قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عباس کو بلایا اور ساتھ ہی فقہائے عظام اور دیگر حکومت کے اہم عہدے داروں کو طلب کیا اور انہیں وصیت کی:« وإذا مت فوجهوني وغمضوني وأسبغوا وضوئي وطهوري وأجيد وكفني.... ثم أضجعوني على سريري ثم عجلوا ني وليصل علي أقربكم نسبا وأكبركم سنا وليكبر خمسًا ثم احملوني وأبلغوا في حفرتي »[1].

ترجمہ :جب میری روح میرے بدن سے پرواز کر جائے تو میرا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے غسل دینا کفن پہنانا پھر میری میت کو چارپائی پر رکھنا میری تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جو رشتے میں سب سے زیادہ میرا قریبی ہو اور عمر کے لحاظ سے تم میں سے سب سے بڑا ہو اور وہ مجھ پر پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھائے اور میری میت کو لحد کے سپرد کر دینا، تو مامون کی وصیت کے مطابق معتصم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کر دیا۔

1)مسلک اہلسنت کی معتبر کتاب الکامل فی التاریخ، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 7، باب 218 ہجری کے حالات و واقعات کا بیان، تالیف: ابو الحسن علی بن ابو بکر محمد شیبانی المعروف ابن اثیر جزری (متوفی 630ھ)

شیعہ کے نزدیک جنازہ اٹھانے کا طریقہ

مذہب امامیہ فقہ جعفریہ کے مطابق جنازہ اٹھانے میں تربیع مستحب ہے، جس کا طریقہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں:

«مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ فِي آخِرِ السَّرَائِرِ نَقْلًا مِنْ كِتَابِ الْجَامِعِ لِأَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ الْبَزَنْطِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ قَالَ: السُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الْجَنَازَةَ مِنْ جَانِبِهَا الْأَيْمَنِ وَ هُوَ مِمَّا يَلِي يَسَارَكَ ثُمَّ تَصِيرَ إِلَى مُؤَخَّرِهِ وَ تَدُورَ عَلَيْهِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى مُقَدَّمِهِ»[1].

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سنت ہے کہ جنازہ اُٹھانے کی ابتداء دائیں جانب کے اگلے حصہ سے کرو جو تمہارا بایاں کندھا شمار ہو گا، پھر دائیں پائنتی کی طرف اور پھر بائیں پائنتی سے چکر لگاتے ہوئے آخر میں اس کی اگلی بائیں جانب پر ختم کریں۔

---

1) وسائل الشیعہ، باب کیفیۃ مایستحب من التربیع، کتاب الطهارة، جلد 3، صفحہ 155، تالیف: آغا حر آملی

اہلسنت کے نزدیک جنازہ اٹھانے کا طریقہ

جنازہ کو اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے اس کے بعد اسی طرف کا پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے اس کے بعد میت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر پھر پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے تاکہ چاروں پاؤں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔(1)

شیعہ کے نزدیک کیفیت نماز جنازہ

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں وہ روایت بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز جنازہ پڑھانے کی کیفیت کا ذکر ہوا ہے۔

« مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَ تَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَ صَلَّى عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَ دَعَا ثُمَّ كَبَّرَ وَ دَعَا لِلْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَ دَعَا لِلْمَيِّتِ ثُمَّ كَبَّرَ الْخَامِسَةَ وَ انْصَرَفَ »(2).

---

1) احکام میت، صفحہ 58 تالیف: حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب عارفی، ادارۃ المعارف کراچی نمبر 14

2) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 60، باب کیفیت صلاۃ الجنازۃ

جناب محمد بن مہاجر اپنی والدہ محترمہ جناب ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی میت پر نماز جنازہ پڑھاتے تو پہلی تکبیر کہہ کر شہادتین کی گواہی دیتے۔

پھر دوسری تکبیر کہہ کر انبیاء المرسلین علیہم السلام پر درود و سلام بھیجتے پھر تیسری تکبیر کہہ کر مومنین اور مومنات کے لئے دعائے مغفرت فرماتے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر حاضر میت کیلئے دعامغفرت فرماتے پھر پانچویں تکبیر کہہ کر نماز جنازہ ختم کر دیتے۔

شیعہ نماز جنازہ کا مکمل طریقہ

پہلی تکبیر کے بعد یہ پڑھیں:

« أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَ نَذِيراً بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ».

دوسری تکبیر کے بعد یہ پڑھیں: « اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ ارْحَمْ مُحَمَّداً وَ آلَ مُحَمَّدٍ، كَأَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَ صَلِّ عَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِينَ ».

تیسری تکبیر کے بعد یہ پڑھیں:

« اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ، وَ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمَاتِ، الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْأَمْوَاتِ، تَابِعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ بِالْخَيْرَاتِ، إِنَّكَ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ».

چوتھی تکبیر کے بعد یہ پڑھیں: « اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ، وَ ابْنُ أَمَتِكَ، نَزَلَ بِكَ، وَ أَنْتَ خَيْرُ مَنْزُولٍ بِهِ، اللَّهُمَّ إِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا خَيْراً، وَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنَّا، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَ إِنْ كَانَ مُسِيئاً فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، وَ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ عِنْدَكَ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ، وَ اخْلُفْ عَلَى أَهْلِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَ ارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ».

اگر میت عورت ہو تو اس کیلئے یہ دعا پڑھیں:

« اللَّهُمَّ إِنَّ هَذِهِ أَمَتُكَ وَ ابْنَةُ عَبْدِكَ وَ ابْنَةُ أَمَتِكَ، نَزَلَتْ بِكَ، وَ أَنْتَ خَيْرُ مَنْزُولٍ بِهِ، اللَّهُمَّ إِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا خَيْراً، وَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِهَا مِنَّا، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ مُحْسِنَةً فَزِدْ فِي إِحْسَانِهَا، وَ إِنْ كَانَتْ مُسِيئَةً فَتَجَاوَزْ عَنْهَا، وَ اغْفِرْ لَهَا، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا عِنْدَكَ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ، وَ اخْلُفْ عَلَى أَهْلِهَا فِي الْغَابِرِينَ، وَ ارْحَمْهَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ».

اگر میت چھ سال سے کم عمر کا بچہ ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں: « اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لِأَبَوَيْهِ وَ لَنَا سَلَفاً وَ فَرَطاً وَ أَجْراً ».

اگر میت چھ سال سے کم عمر کی بچی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں: « اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لِأَبَوَيْهَا وَلَنَا سَلَفاً وَفَرَطاً وَأَجْراً ». اوراس کے بعد پانچویں تکبیر کہیں کر نماز جنازہ ختم کر دیں۔

نوٹ: « اللَّهُمَّ إِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا خَيْراً ».

ترجمہ: اے اللہ ہم اس میت سے خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، اس میں لفظ (خیر) سے مراد اہلبیت علیہم السلام کی محبت اور ولایت ہے۔

نوٹ: اگر میت مرد ہو تو پیش نماز اس کی کمر کہ مقابل اور اگر میت عورت کی ہو تو اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔

نماز جنازہ میں رفع الیدین کا بیان

1. شیعہ کے نزدیک رفع الیدین

مذہب شیعہ خیر البریہ کے نزدیک نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا مستحب ہے، رفع یدین سے مراد اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو روبقبلہ قرار دیتے ہوئے کانوں کی لو کے برابر بلند کر کے (اللہ اکبر) کہنا، ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا سنت نبوی، سیرت اہلبیت اطہار علیہم السلام اور عمل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی سے ثابت ہے:

« مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْعَرْزَمِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام قَالَ:

صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ خَمْساً يَرْفَعُ يَدَهُ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ »[1]. ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عضرمی بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی اقتدا میں ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا۔

2. اہلسنت کے نزدیک رفع الیدین

اہل سنت کے بعض جید علمائے کرام نے نماز جنازہ میں رفع الیدین کو مسنون اور مستحب عمل قرار دے رکھا ہے۔

- ابن عباس اور ابن عمر کا قول

« السنة رفع اليدين مع التكبيرات الأربع كلها؛ لما ثبت عن ابن عمر وابن عباس أنهما كانا يرفعان مع التكبيرات كلها »[2].

ترجمہ: نماز جنازۃ میں کہی جانے والیں مکمل چار تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرنا مسنون ہے اس لئے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ عمل سے ثابت ہے کہ وہ دونوں تمام تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

---

1) وسائل الشیعہ الیٰ تحصیل مسائل الشریعہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 497، کتاب الطہارۃ

2) مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ، جلد نمبر 13، صفحہ نمبر 148، باب الجنائز، تالیف: عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن باز، دار القاسم للنشر الریاض

«عَنْ نافعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ»[1].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کی نماز جنازہ پڑھاتے تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔

«رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّهُ كَان يَرْفَعُ يَدَيه عَلَى كُلِّ تَكْبِيرَةٍ مِنْ تَكْبِيرِ الْجَنَائِزِ»[2].

ترجمہ: ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں ہر ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتا تھا۔

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں ان فقہاء اہلسنت کے اسماء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے نماز جنازۃ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کو مستحب قرار دیا ہے۔

---

1) کتاب علل دار قطنی، جلد نمبر 13، صفحہ نمبر 22، حدیث نمبر 2908، تالیف: ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مھدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بغدادی دار قطنی (متوفی 385ھ) دعلق علیہ محمد بن صالح بن محمد رباسی، طبعہ اولی 1405 ہجری 1985 عیسوی، ناشر دار طیبہ ریاض

2) حوالہ سنن الصغیر، جلد نمبر، 1 صفحہ نمبر 299، تالیف: امام المحدثین ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی 458ھ)، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، تاریخ طباعت 1992 عیسوی

وہ فقہاء مندرجہ ذیل ہیں:

1. إبن عمر .
2. عمر بن عبد العزیز.
3. عطاء بن أبي رباح.
4. سالم بن عبد الله.
5. قيس بن أبي حازم.
6. امام شهاب الدين زہری.
7. إمام الأوزاعي.
8. إمام أحمد بن حنبل.
9. إمام اسحاق.
10. إمام ابن مبارك.
11. إمام الشافعي.
12. ابن سيرين.
13. إمام حسن بصري.
14. إمام أنس بن مالك.

15. سعید بن مسیب...... وغیرہ.[1]

پانچ تکبیر نماز جنازہ اور اصحاب رسول ﷺ

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں اہل سنت حضرات کی معتبر اور مستند کتب سے حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جن میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ سنت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت اہل بیت اطہار علیہم السلام اور عمل اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی گواہی

« عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدٌ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا »[2].

---

1) عون المعبود علیٰ شرح سنن ابی داؤد، تالیف: الشیخ المحدث علامہ ابو عبد الرحمن شرف الحق العظیم آبادی محمد اشرف بن امیر بن علی بن حیدر صدیقی، حدیث نمبر 3202، کتاب الجنائز، صفحہ نمبر 1459، تحقیق ناصر الدین البانی دار ابن حزم بیروت لبنان، طبعہ اولیٰ 2005 عیسوی

کتاب شرح سنۃ، جلد نمبر 3، صفحہ 240، کتاب الجنائز، مطبعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

2) کتاب صحیح مسلم، جلد نمبر 1، صفحہ 407، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی القبر، حدیث نمبر 957، مؤلف ابو الحسین مسلم بن حجاج قُشَیری ایرانی (متوفی 261ھ)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے ایک شخص کی نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں تو جب ان سے پانچ تکبیریں کہنے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔

نوٹ: علم نحو کے طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جب فعل مضارع پر کانَ ناقصہ داخل ہو جاتا ہے تو وہ اسے ماضی استمراری میں تبدیل کر دیتا ہے جس کی دلالت تعدد پر ہوتی ہے۔

نہ کہ دفعہ واحدہ پر تو اب اس روایت کا مفہوم یہ بنے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں بار بار پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھائی پس زید بن ارقم کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا خلاف شریعت نہیں ہے بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

غیر معقول عذر اور اس کا رد

امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی (متوفیٰ 631 ہجری) نے اپنی کتاب المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 24 :

زید بن ارقم سے منقول شدہ روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ « وھذہ الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علی نسخہ »۔ اجماع کی وجہ سے یہ حدیث

منسوخ ہو چکی ہے اب اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

اہل حدیث کے عالم بزرگوار علامہ وحید الزمان خان اپنی کتاب مختصر شرح نووی جلد نمبر 2 صفحہ 405 (ذکر جنازہ کے تحت) امام نووی کے اس غیر مقبول اور نامعقول عذر کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب ایک معتبر راوی کہتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں تو فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع سے کیوں کر منسوخ ہو سکتا ہے؟ جب تک خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ تکبیر نماز جنازہ کی نہی با تصریح نہ آجائے۔

صحابی رسول جناب زید بن ارقم کا چار کی بجائے پانچ تکبیر نماز جنازۃ پڑھانا اتنا مستند اور مشہور ہے کہ جسے اکابرین اہل سنت نے اپنی اپنی معتبر کتب میں نقل کیا ہے، مثلاً امام ترمذی زید بن ارقم سے منقول شدہ روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

« قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ رَأَوْا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاق: إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا فَإِنَّهُ يُتَّبَعُ الْإِمَامُ »[1].

---

1) سنن ترمذی وھو جامع الکبیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 267، باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازۃم حدیث نمبر 1023، تالیف: ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی (متوفی 279ھ)

ترجمہ: حدیث زید بن ارقم حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی جائیں امام احمد اور امام اسحاق فرماتے ہیں اگر امام صاحب نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں تو مقتدی حضرات بھی امام صاحب کی اتباع کرتے ہوئے پانچ تکبیریں کہیں۔

امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ زید بن ارقم سے منقول شدہ روایت کے رواۃ میں سے ایک راوی محمد بن مثنیٰ بھی ہے جو میرے نزدیک زیادہ محفوظ اور قابل یقین ہے، « وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ الْمُثَنَّى أَتْقَنُ »[1]، ترجمہ: ابن مثنیٰ کی حدیث میرے نزدیک زیادہ محفوظ اور قابل یقین ہے۔

میرے محترم قارئین کرام جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ زید بن ارقم سے منقول شدہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور اکابرین اہل سنت نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے۔

صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جائے گی۔

---

1) سنن ابو داؤد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 592، باب التکبیر علی الجنازہ، حدیث نمبر 1420، تالیف ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی 275ھ)

اصحاب رسول ﷺ اور پانچ تکبیر نماز جنازہ

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں جو نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

1. اصحاب معاذ رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ

«وَكَانَ أَصْحَابُ مُعَاذٍ يُكَبِّرُونَ عَلَى الْجَنَائِزِ خَمْسًا»[1].

ترجمہ: جناب معاذ بن جبل کے ساتھی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

2. بنی اسد کی نماز جنازہ

« عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ : رَأَيْت ابْنَ مَسْعُودٍ صَلَّى عَلَى رَجُلٍ مِنْ بَلْعَدَانَ فَخْذٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ خَمْسًا »[2].

ترجمہ: زر بن حُبیش بیان کرتا ہے کہ میں نے جناب عبد اللہ بن مسعود کو بنی اسد کے ایک شخص کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہتے ہوئے دیکھا۔

---

1) کتاب المغنی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 514، کتاب الجنازہ، تالیف عبد اللہ بن قدامہ (متوفی 620ھ)، مطبوعہ دار المنار مصر تاریخ طباعت 1368ھ

2) کتاب المحلیٰ بالآثار فی شرح مجلی بالاختصار، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 196 کتاب الجنازہ، تالیف ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (متوفی 456ھ)

3. اہل شام کی نماز جنازہ

« قَدِمَ عَلْقَمَةُ مِنْ الشَّامِ فَقَالَ لِابْنِ مَسْعُودٍ : إِنَّ إِخْوَانَك بِالشَّامِ يُكَبِّرُونَ عَلَى جَنَائِزِهِمْ خَمْسًا، فَلَوْ وَقَّتُّمْ لَنَا وَقْتًا نُتَابِعُكُمْ عَلَيْهِ ؟ فَأَطْرَقَ عَبْدُ اللَّهِ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: أُنْظُرُوا جَنَائِزَكُمْ، فَكَبِّرُوا عَلَيْهَا مَا كَبَّرَ أَئِمَّتُكُمْ »[1].

ترجمہ :علقمہ شام سے آیا اور جناب عبد اللہ بن مسعودؓ کو بتایا کہ آپ کے شام کے رہنے والے دینی بھائی اپنے جنازوں پر پانچ تکبیریں کہتے ہیں عبد اللہ بن مسعود نے تھوڑا سا غور و فکر کرنے کے بعد اسے کہا تم بھی اپنے جنازوں میں اتنی تکبیریں کہا کرو جتنی تمہارے آئمہ کہا کرتے ہیں۔

1) کتاب المحلیٰ بالآثار فی شرح مجلی بالاختصار، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 196 کتاب الجنازہ، تالیف ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (متوفی 456ھ)

4. جناب حذیفه بن یمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

« عَنْ عِيسَى مَوْلَى حُذَيْفَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ مَوْلَايَ وَوَلِيِّ نِعْمَتِي الْعَبْدِ الصَّالِحِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَلَى جَنَازَةٍ فَكَبَّرَ خَمْسًا ثُمَّ قَالَ: مَا وَهِمْتُ وَلَكِنِّي كَبَّرْتُ كَمَا كَبَّرَ خَلِيلِي أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ »[1].

ترجمہ: جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے غلام عیسی سے مروی ہے کہ میرے آقا جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو بتانے لگے کہ میں نے بھول کر پانچ تکبیریں نہیں پڑھی بلکہ میں نے اپنے محبوب اور مولا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے ایسے کیا ہے۔

5. جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

« روي حصين بن عامر، قال: قال لي أبو ذر: يا حصين بن عامر إذا مت، فاستر عورتي، وانق غسلي، وكفني في وتر، وكبر علي خمساً »[2].

1) سنن دار قطنی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 73، حدیث نمبر 91، تالیف الامام الکبیر علی بن عمر دار قطنی (متوفی 985ھ)

2) کتاب البحر الزخار لجامع المذاہب علماء الامصار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 191، ذکر جنازہ، تالیف الامام المہدی الدین اللہ احمد بن یحیٰ بن مرتضی (متوفی 840ھ)، وبحامشہ کتاب جواہر الاخبار والآثار للعلامہ

ترجمہ: حصین بن عامر بیان کرتا ہے جناب ابوذر غفاری نے مجھے وصیت کی کہ جب میں رحلت فرما جاؤں تو میری شرمگاہ کو عریاں ہونے سے بچانا مجھے غسل دینا اور صرف تین کپڑوں کا کفن پہنانا اور مجھ پر پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنا۔

6. جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

«عن إبن حنفية انه كبر على ابن عباس خمساً»[1].

ترجمہ: جناب محمد بن حنفیہ علیہ السلام نے جناب عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں پانچ تکبیریں کہیں۔

اہلسنت کے نزدیک نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے کا جواز

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں نماز جنازہ کی تکبیروں کی تعداد کے بارے میں فقہائے اہلسنت کے مختلف اقوال پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا

المحقق محمد بن یحیی بحران الصعدی (متوفی 957 ہجری)، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان تاریخ طباعت 2001عیسوی

1) کتاب البدر التمام شرح بلوغ المرام من ادلۃ الأحکام، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 42 ذکر جنازہ، تالیف امام حجر عسقلانی شارح قاضی حسین بن محمد مغربی (متوفی 1119 ہجری)، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان تاریخ طبع 2007عیسوی

ہوں، جو تکبیر کی تعداد کے بارے میں شدید بوکھلاہٹ کا شکار دکھائی دے رہے ہیں اور اس کا رئیسی سبب وارثان شریعت سے دوری ہے۔

1. مولانا حکیم محمد صادق کا قول

تکبیریں عموماً حضور ﷺ جنازہ میں چار ہی کہتے تھے لیکن کبھی کبھار حضور ﷺ پانچ چھ اور سات تک بھی کہہ دیتے تھے اگر آپ چار سے زیادہ تکبیریں کہنا چاہیں تو کہیں اس طرح کہ ہر دعا کے بعد تکبیر کہتے جائیں اور لوگوں کو چار سے زائد تکبیریں سن کر تعجب نہیں کرنا چاہیے یہ بھی حضور ﷺ کی سنت ہے۔[1]

کاش ایسے حقائق کی نشر واشاعت منبر کے ذریعے کی جاتی تو شاید آج مسلمان ان فقہی اختلافی مسائل کی بناپر ایک دوسرے کے ساتھ الجھتے ہوئے نظر نہ آتے۔

---

1) کتاب نماز جنازہ، صفحہ نمبر 42، چوتھی فصل نماز جنازہ کا بیان، ذکر چار سے زائد تکبیر، تالیف: مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی مدظلہ العالی مطبوعہ اشرف پریس لاہور شائع کردہ دائرہ تبلیغ۔ پورہ ہیران سیالکوٹ شہر

2. امام البانی کا مشورہ

«یکبرھا علیھا اربعاً او خمساً الی تسع تکبیرات کل ذلك ثبت عن النبي ﷺ فأیھا فعل اجزأه والاولی التنویع فیفعل ھذا تارة وھذا تارة»[1].

ترجمہ: نماز جنازہ چار یا پانچ تکبیروں سے لے کر نو تکبیروں تک پڑھا جا سکتا ہے یہ طریقہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے جس طرح بھی پڑھا جائے جائز ہے بہتر یہ ہے کہ مختلف انداز سے پڑھا جائے کبھی ایک طریقہ کے مطابق اور کبھی دوسرے طریقہ کے مطابق۔

امام البانی سے سوال

اگر ناصر الدین البانی صاحب اس وقت دنیا میں حین حیات ہوتے تو میں ان سے براہ راست سوال کرتا کہ آپ یہ کن لوگوں کو مشورہ دے رہے ہیں کبھی چار کبھی پانچ تکبیریں پڑھ لیا کریں۔

شیعوں کو یہ مشورہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے دن سے ہی سنت رسول کریم ﷺ پر عمل کرتے ہوئے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھتے چلے آرہے ہیں، کاش آپ اپنے

1) احکام الجنائز وبدِعُھا، صفحہ نمبر 141، ذکر الصلاۃ علی المیت، تالیف: محمد ناصر الدین البانی ناشر مکتبہ المعارف الریاض، طبعہ اولیٰ 1412ھ 1933 عیسوی

معتقدین کے کانوں میں پھونک دیتے کہ کبھی کبھار نبی کریم ﷺ کی سنت کو احیاء بخشتے ہوئے پانچ تکبیر نماز جنازہ بھی پڑھ لیا کریں۔

3. علامه حافظ عبد الستار کا قول

میت پر چار تکبیریں بطور اکثریت کے ہیں ورنہ چار سے زائد بھی ثابت ہیں۔[1]

4. امام شوکانی کا قول

فی الحقیقت چار یا پانچ تکبیریں کہنا نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہیں، البتہ بعض صحابہ کرام سے نو تک تکبیریں کہنا بھی ثابت ہیں جسے شیخ البانی نے حکماً مرفوع کہتے ہوئے ان پر عمل کو جائز قرار دیا ہے۔[2]

5. امام ابن حزم اندلسی کا قول

ابن حزم کے نزدیک چار سے کم اور پانچ سے زیادہ تکبیریں نہیں کہنی چاہیں۔[3]

---

1) کتاب نصرت الباری شرح بخاری، پارہ 5، صفحہ 57، تالیف: علامہ الحافظ عبد الستار، مطبوعہ کراچی

2) کتاب الدر البهیه، تالیف: امام شوکانی، ترجمہ فقہ الحدیث حافظ عمران ایوب لاہوری، ج 1، ص 619، نماز جنازہ کا بیان، تاریخ اشاعت 2004 عیسوی مطبوعہ آصف یاسین پرنٹرز لاہور نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

3) کتاب الدر البهیه، تالیف: امام شوکانی، ترجمہ فقہ الحدیث حافظ عمران ایوب لاہوری، جلد 1، صفحہ 619، نماز جنازہ کا بیان

6. مسلک حنابلہ کا قول

« الحنابلة قالوا إذا ذاد الامام عن اربع تکبیرات تابعه المامون في الزیادة الی سبع تکبیرات ».[1]

ترجمہ: حنابلہ مسلک کے مطابق اگر امام صاحب نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہے تو مقتدیوں کو بھی سات تکبیروں تک اس کی اتباع کرنی چاہیے۔

چار تکبیر نماز جنازہ اور روایات ضعیفہ

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں وہ روایات پیش کرنا چاہتا ہوں جن کے ساتھ اہل سنت حضرات استدلال کرتے ہوئے چار تکبیر نماز جنازہ کے وجوب کے قائل ہوئے ہیں۔

روایت نمبر (1)

1) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، جلد 1، صفحہ نمبر 177، کتاب الصلوة باب الجنازه، تالیف: عبد الرحمٰن جزیری حنبلی منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، طبعہ الثانیہ 1424ھ 2003 عیسوی

« عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا»[1]. ترجمہ: انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے جناب ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

جواب نمبر (1) : نور الدین الھیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: « رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى (في المسند) وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْعَرْزَمِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ»[2].

ترجمہ: اس روایت کو ابویعلیٰ موصلی نے اپنے کتاب المسند میں نقل کیا ہے اور اس روایت کے سلسلہ رواۃ میں سے ایک راوی محمد بن عبید اللہ عرزمی ہے جو علمائے رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔

لہذا یہ روایت سند کے کاظ سے ضعیف ہے، اور اسکے ساتھ تمسک کرتے ہوئے کسی چیز کے وجوب کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

---

1) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد 6، کتاب الجنائز، باب 86 تکبیر علی الجنازة، حدیث 4229، صفحہ 455، تالیف: امام الحافظ العالم ابی الحسن علی بن ابی بکر الشافعی نور الدین الہیثمی (متوفی 807ھ)

2) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد 6، کتاب الجنائز، باب نمبر 86، حدیث 4229، صفحہ 455

جواب نمبر (2): « حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ »[1].

ترجمہ: ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے جناب ابراہیم علیہ السلام نے 18 ماہ کی عمر میں وفات پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی۔

ناصر الدین البانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے بیٹے جناب ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ: « ویستثنی من ذلك شخصان فلا تجب الصلاة علیهما؛ الأول: الطفل الذي لم یبلغ، لأن النبي ﷺ لم یصل علی ابنه ابراهیم ﷺ قالت عائشة رضي الله عنها »[2]. ترجمہ: دو قسم کے لوگوں پر نماز جنازہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، ان میں سے پہلا وہ جو حد بلوغت تک نہ پہنچا ہوا ہو جس طرح بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی کیوں کہ وہ اس وقت حد بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔

1) کتاب نصب الرایۃ لأحادیث الھدایہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 280، کتاب الصلاۃ، فصل في الصلاۃ علی المیت، تالیف: علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی (متوفی 762ھ)

2) کتاب أحکام الجنائز وبدعھا، صفحہ نمبر 13، تالیف: ناصر الدین البانی، مکتبہ المعارف الریاض

یہ روایت دو لحاظ سے مخدوش دکھائی دے رہی ہے:

اولاً: یہ روایت سند کے لحاظ سے ہی ضعیف ہے۔

ثانیاً: ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لخت جگر جناب ابراہیم علیہ السلام کی اصلاً نماز جنازہ پڑھی ہی نہیں، تو پھر چار تکبیریں کہاں سے آگئی؟

علامہ ناصر البانی کا قول ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی شدہ روایت کو تقویت بخش رہا ہے اور مخالف روایات کے مقابلے میں اس روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

نوٹ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند جناب ابراہیم علیہ السلام 8 ہجری ماہ ذی الحج میں اس دنیا میں تشریف لائے 10 ہجری اس دار فانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو گئے۔

فتدبر أیها القارئ

روایت نمبر (2)

« عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا »[1]. ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

علامہ نور الدین ھیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

« رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ »[2].

ترجمہ: اس روایت کو بزار نے اور طبرانی نے کتاب اوسط میں نقل کیا ہے اس روایت کے سلسلہ رواۃ میں سے ایک راوی عبد الرحمٰن بن مالک بن مغول ہے، جس کی روایات کو محدثین نے ترک کیا۔

لہذا یہ روایت سند کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے چار تکبیر نماز جنازہ کے وجوب کا نظریہ قائم کیا جا سکے، کیونکہ اس راوی کی روایت پر محدثین نے عمل ہی نہیں کیا بلکہ اسکی روایات کو ٹھکرا دیا ہے۔

روایت نمبر (3)

---

1) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد 6، کتاب الجنائز، باب 86 تکبیر علی الجنازۃ، حدیث نمبر 4230، تالیف: امام الحافظ العالم ابی الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الشافعی نور الدین الہیثمی (متوفی 807ھ)

2) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد نمبر 6، کتاب الجنائز، حدیث نمبر 4230

« عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَقَامَ عَلَى قَبْرِهِ »[1].

ترجمہ: عامر بن ربیعہ بیان کرتا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے عثمان بن مظعون کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہی اور اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھرے۔

علامہ نور الدین الہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: « رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ »[2].

ترجمہ: اس روایت کے سلسلہ رواۃ میں سے ایک راوی قاسم بن عبد اللہ العمری ہے جس کی روایات پر محدثین نے عمل نہیں کیا۔

لہذا یہ روایت بھی اس قابل نہیں رہی کہ اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے وجوب کا نظریہ قائم کیا جاسکے۔

روایت نمبر (4)

---

1) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد نمبر 6، کتاب الجنائز، باب نمبر 86 تکبیر علی الجنازۃ، حدیث نمبر 4233، صفحہ 447

2) کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد نمبر 6، کتاب الجنائز، باب نمبر 86 تکبیر علی الجنازۃ، حدیث نمبر 4233، صفحہ 447

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: آخِرُ جِنَازَةٍ صَلَّى عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا »[1].

ترجمہ: جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں جس شخص کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر چار تکبیریں کہی۔

جواب: ابن قیم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

« قَدْ قَالَ الْخَلَّالُ فِي (الْعِلَلِ): أَخْبَرَنِي حرب قَالَ: سُئِلَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنْ حَدِيثِ أبي المليح عَنْ ميمون عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ أحمد: هَذَا كَذِبٌ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ، إِنَّمَا رَوَاهُ محمد بن زياد الطحان وَكَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ »[2]. ترجمہ: اس حدیث کے متعلق خلال نے علل میں کلام کی ہے اور کہا ہے کہ مجھے حرب نے بتایا کہ کسی نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ ابو ملیح کی اس روایت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

1) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد 2، فصل في الدعاء للميت في الصلاة عليه، صفحہ 168، تالیف: الامام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المشہور ابن قیم جوزی (متوفی 751ھ)، ناشر موسسة الرسالة

2) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 2، فصل في الدعاء للميت في الصلاة عليه، صفحہ 168

جو اس نے میمون سے نقل کی ہے اور میمون نے ابن عباس سے نقل کی ہے اور ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جس شخص کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر چار تکبیریں کہیں؟

تو امام حنبل نے اس شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا یہ کذب ہے اس روایت کی کوئی اصلیت نہیں ہے یہ قول جھوٹ پر مبنی ہے، اور ساتھ کہا کہ اس روایت کو بیان کیا ہے محمد بن زیاد الطحان نے جو حدیثیں گھڑھتا ہے۔

خلاصہ: امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو روایات موضوعہ میں سے قرار دیا ہے اور اس کے دو راوی جھوٹے ہیں، لہذا اس روایت کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ کو چار تکبیروں میں منحصر کرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

روایت نمبر (5)

« بِأَنَّ مَيْمُونَ بْنَ مِهْرَانَ رَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَمَّا صَلَّتْ عَلَى آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَبَّرَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَقَالُوا: تِلْكَ سُنَّتُكُمْ يَا بَنِي آدَمَ »[1].

1) زاد المعاد فی هدیٰ خیر العباد، جلد 2، فصل في الدعاء للميت في الصلاة عليه، صفحہ 168، تالیف: الامام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المشهور ابن قیم جوزی (متوفی 751ھ)، ناشر موسسة الرسالة

ترجمہ: میمون بن مہران ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ جب ملائکہ نے جناب آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی تو اس میں چار تکبیریں کہیں اور کہا اے اولاد آدم یہ چار تکبیریں تمہارے لئے سنت ہے۔

جواب: ابن قیم الجوزیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

« وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ قَالَ فِي الأثرم: جَرَى ذِكْرُ محمد بن معاوية النيسابوري الَّذِي كَانَ بِمَكَّةَ، فَسَمِعْتُ أبا عبد الله قَالَ: رَأَيْتُ أَحَادِيثَهُ مَوْضُوعَةً، فَذَكَرَ مِنْهَا عَنْ أبي المليح، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَمَّا صَلَّتْ عَلَى آدَمَ كَبَّرَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَاسْتَعْظَمَهُ أبو عبد الله، وَقَالَ أبو المليح كَانَ أَصَحَّ حَدِيثًا وَأَتْقَى لِلَّهِ مِنْ أَنْ يَرْوِيَ مِثْلَ هَذَا »[1].

ترجمہ: اس حدیث کے متعلق اثرم نے کہاہے کہ محمد بن معاویہ نیشاپوری جو کہ مکہ میں مقیم تھا اس کا ذکر امام احمد بن حنبل کے سامنے ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص حدیثیں گھڑتا ہے، اور اسی روایت کو امام احمد بن حنبل کے سامنے بیان کیا گیا جو ابی ملیح سے منقول ہے اور اس نے اس روایت کو میمون بن مھران سے اور اس نے اس روایت کو ابن عباس سے نقل کیاہے کہ جب فرشتوں نے جناب آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی تو اس میں چار تکبیریں کہی

1) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 2، صفحہ 168، فصل في الدعاء للميت في الصلاة عليه

یہ سن کر امام احمد کو بہت تعجب ہوا اور کہا کہ میں ابو ملیح کی روایت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں وہ خوف الٰہی رکھنے والا پاک دامن انسان ہے اور اس سے بعید ہے کہ وہ اس جیسی جھوٹی روایت بیان کرے۔

لہذا یہ روایت بھی امام احمد بن حنبل کے نزدیک موضوعہ ہے اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے چار تکبیر نماز جنازہ کے وجوب کا نظریہ قائم کرنا عقلاً اور شرعاً ہر لحاظ سے درست نہیں۔

روایت نمبر (6)

«رَوَاهُ البيهقي مِنْ حَدِيثِ يحيى عَنْ أُبي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَمَّا صَلَّتْ عَلَى آدَمَ، فَكَبَّرَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَقَالَتْ هَذِهِ سُنَّتُكُمْ يَا بَنِي آدَمَ، وَهَذَا لَا يَصِحُّ. وَقَدْ رُوِيَ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا»[1].

ترجمہ: یحییٰ نے اس روایت کو ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب فرشتوں نے جناب آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی تو اس میں چار تکبیریں کہی، اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن قیم جوزی لکھتاہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بہیقی نے اسے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو طرح سے نقل کیاہے۔

1) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 2، فصل في الدعاء للميت في الصلاة عليه، صفحہ 168، تالیف: الامام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المشهور ابن قیم جوزی (متوفی 751ھ)

میں نے اپنے محترم قارئین کرام کے سامنے چند ایسی روایات پیش کی ہیں جن کے ساتھ اہل سنت حضرات استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے وجوب کا نظریہ اور اعتقاد رکھتے ہیں، اور جو مسلک نماز جنازہ میں چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہے ۔

تو اس کی نماز پر بطلان کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ خلاف شرع ہے اور یہ حضرات خود ایسی روایات کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے وجوب کا فتویٰ دیتے ہیں کہ جنہیں خود اکابرین اہلسنت نے ضعیف قرار دے رکھا ہے۔

اس بات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کسی چیز کے وجوب یا حرمت کو ثابت کرنے کے لیے روایت کا صحیح السند ہونا ضروری ہوتا ہے اور ان مذکورہ بالا روایات کے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ ان کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے وجوب کا نظریہ قائم کیا جاسکے، ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾[1].

1) سورہ حشر آیت نمبر 2

ابن عبد البر کا دعوی

« قال ابن عبد البر: وانعقد الإجماع بعد ذلك على أربع وأجمع الفقهاء وأهل الفتوى بالأمصار على أربع على ما جاء في الأحاديث الصحاح وما سوى ذلك عندهم فشذوذ لا يلتفت إليه »[1].

ترجمہ: ابن عبد البر کا دعویٰ ہے (کہ حضرت عمر کے اس فیصلے کے بعد) امت چار تکبیر نماز جنازہ پر جمع ہو گئی یعنی چار تکبیر نماز جنازہ اجماع امت سے ثابت ہے، اور تمام اسلامی دنیا میں فقہاء اور اہل فتویٰ چار تکبیروں پر جمع ہو چکے ہیں جن چار تکبیروں کا ذکر روایات صحیحہ میں آیا ہے، پانچ تکبیر نماز جنازہ والا قول شاذ ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

ابن عبد البر کا مردود دعوی

امام ابو طیب صدیق حسینی بخاری ابن عبد البر کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: «

وهذه الدعوى مردودة فالخلاف في ذلك معروف بين الصحابة وإلى الآن ولا وجه لعدم العمل بالخمس بعد خروجها من مخرج صحيح مع كونها زيادة غير منافية إلا أن يصح ما رواه ابن عبد البر في الاستذكار من طريق أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِيهِ

---

1) الروضہ الندیہ شرح الدرر البھیة، جلد 1، ص 167، کتاب الجنائز، تالیف: السید حسن بن علی قنوجی بخاری، ناشر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسِتًّا وَسَبْعًا وَثَمَانِيًا حَتَّى جَاءَ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ النَّاسَ وَرَاءَهُ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ

أَرْبَعًا ثُمَّ ثَبَتَ النَّبِيُّ عَلَى أَرْبَعٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ »[1].

ترجمہ: اس کا یہ دعویٰ ہی باطل ہے، کیونکہ تکبیرات کی تعداد میں صحابہ کے درمیان اختلاف معروف تھا جو آج بھی فقہاء کے درمیان چلا آرہا ہے پھر ابن عبد البر کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے جن روایات صحیحہ میں پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہوا ہے کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایسی صحیح السند روایات کو ترک کرتے ہوئے ان پر عمل نہ کریں، پہلی چار تکبیروں کے ساتھ پانچویں تکبیر کا اضافہ کرنا بھی پہلی تکبیروں کے ساتھ منافات نہیں رکھتا جو نماز جنازہ کے بطلان کا موجب بنے۔

ابن عبد البر کا دفاع

پھر مصنف ابن عبد البر کا دفاع کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہاں مگر وہ صحیح روایات جن کو ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاستذکار میں ابو بکر بن سلیمان بن ابی خثیمہ کے طریق سے نقل کیا

1) الروضہ الندیہ شرح الدرر البھیۃ، جلد 1، ص 167، کتاب الجنائز، تالیف: السید حسن بن علی قنوجی بخاری، ناشر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنازوں پر چار پانچ سات اور آٹھ تک تکبیریں کہیں یہاں تک کہ نجاشی کا انتقال ہوا اور آپ ﷺ جنازہ گاہ میں تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی اور پھر جتنا عرصہ اس مادی دنیا میں حین حیات رہے چار تکبیریں کہتے رہے۔

ابن عبد البر کا قول مردود

«على أن استمراره على الأربع لا ينسخ ما وقع منه ﷺ من الخمس ما لم يقل قولا يفيد ذلك»[1].

ترجمہ: پھر مصنف ابن عبد البر کے اس قول کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نجاشی کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا یا اس کے بعد والے لوگوں کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے رہنے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کا پانچ تکبیر نماز جنازہ والا عمل منسوخ ہو چکا ہے۔

دلیل: جب تک کوئی ایسا قول نہ مل جائے جس میں آپ ﷺ نے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہو۔

نوٹ: نجاشی کا اصل نام اصحمہ ہے اس کی وفات 8 ہجری رجب المرجب میں ہوئی۔

---

1) الروضة الندیہ جلد نمبر 1 صفحہ 167، ذکر احکام صلاۃ الجنازہ، تالیف، علامہ ابو طیب صدیق بن حسن بن علی الحسینی بخاری، ناشر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر

چار تکبیر نماز جنازہ کب سے رائج ہوا؟

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کے سامنے اس حقیقت سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں کہ چار تکبیر نماز جنازہ پر امت کو کب جمع کیا گیا؟ تاریخی حقائق کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کو چار تکبیر نماز جنازہ پر حضرت عمر کے زمانہ میں جمع کیا گیا۔

1. امام سیوطی کا اعتراف

«أَوَّلَ مَنْ جَمَعَ النَّاسَ فِي صَلَاةِ الْجَنَائِزِ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ»[1].

ترجمہ: حضرت عمر وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے امت کو چار تکبیر نماز جنازہ پر جمع کیا۔

2. امام نافع عسکری کا اعتراف

«عن أبي وائل قال: جمعهم يعني عمر فسألهم عن تكبيرات الرسول ﷺ فقال بعضهم: أربع، وقال بعضهم: خمس، وبعضهم ست، كلهم قال ما سمع، فجمعهم على أربع»[2]. ترجمہ: ابووائل بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے سوال کیا کہ رسول خدا ﷺ نماز جنازہ

---

1) تاریخ الخلفاء، صفحہ نمبر 137، فصل في اولیات عمر، تالیف: الامام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی (متوفی 911ھ)، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید

2) کتاب الاوائل، صفحہ نمبر 164، تالیف: ابو ہلال العسکری (متوفی 405ھ)، تحقیق وضبط وتعلیق محمد سید وکیل، دار البشیر للثافۃ العلوم الاسلامیۃ

میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ کسی نے چار کسی نے پانچ اور کسی نے چھ تکبیریں بتائیں پس اس نے ہر ایک کی گفتگو سننے کے بعد لوگوں کو چار تکبیر نماز جنازہ پر جمع ہونے کا حکم سنا دیا۔

3. ابن عمر کا اقرار

« ویقول ذلك (ابن عمر) قد كان أربعاً وخمساً فأجتمعنا على أربع »[1].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار اور پانچ تکبیریں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں اور ہم نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا۔

میت کی حق تلفی

نماز جنازہ کو چار تکبیروں میں منحصر کرنے کی وجہ سے حاضر میت کو دعائے مغفرت سے محروم کر دیا گیا ہے، جیسا کہ آج کل کچھ منصف مزاج علمائے اہلسنت سوشل میڈیا پر اپنا دردِ دل یوں بیان کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں کہ ہم نے نماز جنازہ کو چار تکبیروں میں منحصر کر کے حاضر میت کو عائے مغفرت اور دعائے خیر سے ہمشہ کے لئے محروم کر دیا ہے جو حاضر میت کے حق میں بہت بڑی جفا ہے۔

---

1) موسوعۃ فقہ عبد اللہ بن عمر، صفحہ 535، حروف تہجی (ص)، ذکر صلاۃ الجنازۃ، تالیف: الدکتور محمد رواس قلعہ جی دار النفائس

دلیل: اس پر وہ یہ دلیل دے رہے ہیں کہ مرحوم کی نماز جنازہ کا اعلان سن کر ہزاروں لوگ اپنی دینی اور دنیاوی مصروفیات ترک کر کے جنازہ گاہ کا رخ کر لیتے ہیں تا کہ ہم اپنے عزیز کے نماز جنازہ میں شرکت کر کے اس کے حق میں دعائے مغفرت کر سکیں اور اللہ تعالی سے اس کی بلندی درجات کے لیے دعا کر سکیں مگر صد افسوس جب وہ صف میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنے لگتے ہیں تو اس میں اس حاضر میت کے حق میں کسی قسم کی کوئی دعائے مغفرت وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔

کیوں کہ اہل سنت حضرات پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتے ہیں دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد زندہ اور مردہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں لیکن حاضر میت کے لیے کسی قسم کی کوئی دعا وغیرہ نہیں کرتے، اور چوتھی تکبیر کے بعد وہ سلام پھیر کر نماز ختم کر دیتے ہیں۔

صحابہ کرام اور مخالفت اجماع

« قال علي (ابن جزم) أفٍ لكل إجماع يخرج عنه علي بن ابي طالب عليه السلام و عبد الله بن مسعود و أنس بن مالك و ابن عباس والصحابة بالشام رضي الله عنهم »[1].

1) کتاب المحلیٰ بالآثار فی شرح مجلی بالاختصار، جلد نمبر 5، صفحہ 197، صلاۃ الجنازہ، تالیف ابن حزم اندلسی (متوفی 456ھ)

ترجمہ: ابن حزم اندلسی کہتا ہے کہ ہر وہ اجماع قابل افسوس ہے کہ جس سے علی بن ابی طالب علیہ السلام، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور شامی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خارج ہوں۔

ابن حزم اندلسی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حضرت عمر کی طرف سے اس قائم کردہ چار تکبیر نماز جنازہ پر اجماع کی کھلم کھلا مخالفت کی ہے۔

اگر مسلمانوں کا کوئی طبقہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے نماز جنازہ میں چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہے تو اس کی نماز صحیح اور اللہ کے نزدیک قابل قبول ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«أصحابي كالنّجومِ بأيّهم اِقتديتُم اِهتديتُم».

ترجمہ: میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

اگرچہ یہ حدیث محققین اہل سنت کے نزدیک بھی موضوعہ ہے، بعض منصف مزاج علمائے اہلسنت نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اجماع کے ذریعے فعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔[1]

---

1) صحیح مسلم مختصر شرح نووی، جلد 2، صفحہ 405، باب جنازہ کے مسائل، تالیف علامہ وحید الزمان (ان کی وفات 1920 عیسوی منگلور میں ہوئی)

اہل سنت کے نزدیک کیفیت نماز جنازہ[1]

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں (نویت أن أصلی صلاة الجنازة لله تعالی و دعاء للمیت) یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ (اللہ اکبر) کہہ کر دونوں باندھ لے اور یہ دعا پڑھے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَجَلَّ ثَنَاءُ كَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ».

دوسری تکبیر یعنی (اللہ اکبر) ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور یہ درود پاک پڑھے:« اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ. إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ».

پھر تیسری تکبیر (اللہ اکبر) ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرے، اگر میت بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت اس کیلئے یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰهُمَّ

---

1) کتاب احکام میت، صفحہ نمبر 67، تالیف: ڈاکٹر محمد عبد الحیؒ/ کتاب مقبول بہشتی زیور، صفحہ نمبر 725، حصہ نمبر 11، تالیف: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا آشرف علی تھانوی، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

مَنْ اَحْيَيْتَه مِنَّا فَاَحْيِه عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَه مِنَّا فَتَوَفَّه عَلَى الْاِيْمَانِ ».

ترجمہ: یا اللہ! تو ہمارے زندہ ،مردہ اور حاضرین وغائبین، چھوٹے بڑے،مردوں اور عورتوں کو، بخش دے اور ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا تو اس کو اسلام پہ زندہ رکھنا اور جس کو ہم میں سے موت دینا تو اس کا خاتمہ بالایمان فرمانا۔

ہاں اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا ».

ترجمہ: اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اور باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ قرار دے، اور اسکو ہمارے لیے حق میں شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت قرار دے۔

نابالغ لڑکی کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً ». ترجمہ: اے اللہ! اس بچی کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اور باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ قرار دے، اور اسکو ہمارے لیے حق میں شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت قرار دے۔

ابن قیم اور حاضر میت کی مخصوص دعا

ابن قیم نے حاضر میت کیلئے مخصوص دعا مغفرت ذکر کی ہے جو مکتب تشیع میں پڑھے جانے والی چوتھی دعا کہ ساتھ ملتی ہے «عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: أَنَا وَاللَّهِ أُخْبِرُكَ: تَبْدَأُ فَتُكَبِّرُ ثُمَّ تُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ فُلَانًا كَانَ لَا يُشْرِكُ بِكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ،

اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ»[1].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے عبادہ بن صامت سے نماز جنازہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں تجھے نماز جنازہ کے بارے میں بتاتا ہوں (اللہ اکبر) کہہ کر نماز جنازہ کو شروع کرو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجو اور (اس حاضر میت کیلئے) یہ دعا پڑھو:

1) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 1، صفحہ 486، تالیف: الامام المحدث المفسر الفقیہ شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی (متوفی 751ھ)، طبعہ ثالثہ 1998 عیسوی 1418ھ

« اللَّهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ فُلَانًا كَانَ لَا يُشْرِكُ بِكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ. اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ »[1].

نوٹ: شاید اس دعا کو تشبہ بالروفض کی بنا پر نماز جنازہ سے نکال دیا گیا ہے۔

بعض اہلسنت حضرات نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی قرأت پر بڑا زور دیتے ہیں جس روایت میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہوا ہے وہ ضعیف ہے اور وہ روایت یہ ہے:

« قَالَ أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ: إِنَّ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ فِي الْأُولَى سُنَّةٌ »[2].

ترجمہ: ابو امامہ نے کہا کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ کی تلاوت سنت ہے۔

ابن قیم جوزی اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: « وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ » اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔

1) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 1، صفحہ 486

2) زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد، جلد نمبر 1، صفحہ 486

« فأَخْرَجَ الشَّافِعِيُّ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَبَّرَ عَلَى الْمَيِّتِ أَرْبَعًا ، وَقَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى.... وَفي إسناده إبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَان أَبُو شَيْبَة الْوَاسِطِيّ، وهو ضعيف جداً »[1].

ترجمہ: امام شافعی نے جابر سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہی اور پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی اس روایت کو ابن قیم نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے اس روایت کے سلسلہ رواۃ میں سے ایک روای ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ واسطی ہے جو علمائے رجال اہلسنت کے نزدیک بہت ضعیف ہے۔

لہٰذا یہ روایت سند کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الحمد پڑھنے پر زور دیا جاسکے۔

اہلسنت کے ہاں تکبیرات نماز جنازہ میں شدید اختلاف

روایت 1 / حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس نے جنگ بدر اور شجرہ یعنی صلح حدیبیہ میں شرکت کی ہوتی تو اس پر نماز جنازہ پڑھتے ہوئے سات

1) کتاب مؤطا امام مالک مع التعلیق الممجد علیٰ مؤطا محمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 133، تالیف: عبد الحی لکھنوی، طبعہ الثانیہ 1418ھ، امارات عربیہ المتحدۃ

تکبیریں کہتے، اگر ایسا جنازہ لایا جس نے جنگ بدر میں یا صلح حدیبیہ میں یا کسی اور معرکہ میں شرکت کی ہوتی۔

تو اس پر نماز جنازہ پڑھتے ہوئے سات کہتے، اگر ایسا کسی کوئی جنازہ لایا جاتا جس نے جنگ بدر میں یا صلح حدیبیہ میں شرکت نہ کی ہوتی تو اس پر چار تکبیریں کہتے۔[1]

روایت 2 /

« عن عبد خير ، قال : كان علي ﷺ يكبر على أهل بدر ستا ، وعلى أصحاب رسول الله ﷺ خمساً ، وعلى سائر المسلمين أربعاً »[2].

ترجمہ: عبد خیر بیان کرتا ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام بدری اصحاب پر چھ غیر بدری پر پانچ اور عام مسلمانوں پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

انہی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ وحید زمان خان لکھتا ہے کہ چار تکبیروں پر اجماع کا دعویٰ غلط ہے، صحابہ کرام میں اختلاف مشہور ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ پانچ تکبیروں

---

1) اُردو ترجمہ کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، جلد 4، صفحہ 87، باب تدفین، ذکر نماز جنازہ، تالیف: علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین، تاریخ طباعت 2009 عیسوی

2) نصب الرایۃ لاحادیث الهدایۃ، صفحہ نمبر 207، کتاب الصلات ذکر جنازہ، و تالیف: علامہ جمال الدین ابی محمد عبد اللہ بن یوسف الزیغلی حنفی (متوفی 762ھ)، تحقیق: محمد عوامہ، موسسہ الریان

پر عمل نہ کیا جائے، جب حدیث اس باب میں وارد ہوئی ہے باوجود کہ اس میں زیادت ہے اور زیادت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔(1)

شیخین کا زمانہ اور پانچ تکبیر نماز جنازہ

« عن إبراهيم النخعي : أن الناس كانوا يصلون على الجنائز خمسا وستا وأربعا ، حتى قبض النبي ﷺ ثم كبروا كذلك في ولاية أبي بكر الصديق ، ثم ولي عمر بن الخطاب ، ففعلوا ذلك »(2). ترجمہ: ابراھیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ عھد رسالت مآب ﷺ میں لوگ پانچ چھ اور چار تکبیر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت أبو بکر اور عمر کے زمانہ خلافت میں بھی یہ اختلاف بر قرار رہا۔

---

1) کتاب سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 508، کتاب الجنائز، تالیف: ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزونی ایرانی (متوفی 886 عیسوی)، مترجم: علامہ وحید الزمان خان (متوفی 1920 عیسوی)

2) نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ، صفحہ نمبر 268، کتاب الصلاۃ، ذکر جنازہ، و تالیف: علامہ جمال الدین ابی محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی (متوفی 762ھ)، تحقیق: محمد عوامہ، موسسہ الریان

نبی کریم ﷺ نے چار سے زائد تکبیریں کہنے سے منع نہیں کیا

« عن الحكم بن عنيه، أنه قال: كانوا يكبرون على أهل بدر خمساً وستاً، وسبعاً »[1]. ترجمہ: حکم بن عنیہ بیان کرتا ہے کہ صحابہ کرام بدری اصحاب پر پانچ چھ اور سات تک تکبیریں کہا کرتے تھے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن قیم جوزی لکھتا ہے کہ:

« وهذه آثار صحيحة فلا موجب للمنع والنبي ﷺ لم يمنع فما زاد على الأربع، بل فعلوا هو و أصحابه من بعده »[2].

ترجمہ: یہ آثار صحیحہ ہیں اس پر عمل نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیریں کہنے سے منع نہیں کیا بلکہ اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے بھی آپ کے سیرت پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا ہے۔

---

1) جامع الفقہ، جلد2، صفحہ 454، کتاب الجنائز، فصل فی التکبیر علی المیت، تالیف: ابن قیم جوزی (متوفی 751 ھ)

2) جامع الفقہ، جلد نمبر2، صفحہ 454، کتاب الجنائز، فصل فی التکبیر علی المیت، تالیف: ابن قیم جوزی

پانچ تکبیر نماز جنازہ اور روایات صحیحہ

نماز جنازہ میں نبی کریم ﷺ کا پانچ تکبیریں کہنا اتنا مشہور اور مستند عمل ہے جس کے متعلق امام ابن قیم جوزی صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ: « وصح أنه ﷺ كبر خمساً » [1]. صحیح روایت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔

اجماع امت اور چار تکبیر نماز جنازہ کی مخالفت

فقہاء اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں لوگوں کو چار تکبیر نماز جنازہ پر اکٹھا کیا گیا؛ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا حضرت عمر کی طرف سے اس قائم شدہ اجماع کی مخالفت کسی صحابی نے کی ہے یا نہیں؟

جواب: جب ہم اہل سنت کی کتب احادیث اور فقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں کئی ایسے بزرگان دین دکھائی دیتے ہیں کہ جنہوں نے اس اجماع کی مخالفت قولاً نہیں بلکہ عملاً بھی کی ہے؛ اب میں آپ کے سامنے ان صحابہ کرام اور بزرگان دین کے اسماء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے اس اجماع کی مخالفت کرتے ہوئے چار کی بجائے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھا:

---

1) جامع الفقہ، جلد نمبر 2، صفحہ 454، کتاب الجنائز، فصل فی التکبیر علیٰ المیت، تالیف: ابن قیم جوزی (متوفی 751 ہجری)

« وذهب قوم الی انه خمس منهم عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ وعيسىٰ مولىٰ حذيفة وأصحاب معاذ بن جبل وأبو يوسف من أصحاب أبي حنيفة وجابر بن زيد.... »[1].

صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک جماعت نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنے کی قائل تھی وہ یہ مثلاہیں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ حذیفہ کے غلام عیسیٰ معاذ بن جبل کے ساتھی اَبو حنیفہ کے شاگرد اَبو یوسف اور جابر بن زید وغیرہ وغیرہ۔

ابن حزم اندلسی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے زید بن ارقم: « انه كبر بعد عمر خمساً »[2].

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید بن ارقم عمر کے زمانہ خلافت کے بعد جتنا عرصہ زندہ رہے وہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہتے رہے۔

---

1) کتاب اوجز المسالک علیٰ مؤطا امام مالک، جلد 4، صفحہ 436، صلاۃ الجنازۃ، تالیف: الامام المحدث محمد زکریا کاندہلوی مدنی (متوفی 1402ھ)

کتاب بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقصد، جلد 1، صفحہ 326، ذکر الجنازہ، تالیف: ابو الولید محمد بن احمد المعروف ابن رشد قرطبی (متوفی 595ھ)

2) کتاب المحلیٰ بالآثار فی شرح مجلی بالاختصار، جلد نمبر 5، صفحہ 195، صلاۃ الجنازہ، تالیف ابن حزم اندلسی

فقہائے اہلسنت اور پانچ تکبیر نماز جنازہ

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں ان فقہاء اہل سنت کے اسماء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرناچاہتاہوں جنہوں نے اپنے فتاوی جات میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص چار تکبیر کی بجائے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ ذکر کی زیادتی مبطل نماز نہیں ہوتی۔

1) فقیہ اہلسنت محمد خطیب شربینی کا فتوی

« فان خمّس عمدا لم تبطل الصلاة في الأصح لثبوتها في صحيح مسلم »[1]. ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو اصح قول کی بنا پر اس کی نماز باطل نہیں ہے کیوں کہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

2) فقیہ اہلسنت جلال الدین شاس کا فتوی

« ولو زاد تكبيرة خامسة لم تبطل الصلاة »[2].

---

1) کتاب مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج الی متن منهاج الطالبین، جلد 1، صفحہ نمبر 341، ذکر جنازہ، تالیف: فقیہ اہلسنت الشیخ محمد خطیب شربینی (متوفیٰ 686 ہجری)، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع

2) عقد الجواہر الثمینہ فی مذہب عالم المدینہ، جلد 1، صفحہ 191، کتاب صلاة الجنازہ، تالیف: جلال الدین عبد اللہ بن نجم (متوفی 616 ہجری)، طبعہ دار الغرب اسلامی تاریخی طباعت 2003 عیسوی

ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہے۔

3(فقیہ اہلسنت موسی بن عمران عمرانی کا فتوی

« فـان کبّر خمسا عامد.....لا تبطل (الصلاة) لانه زاد ذکراً هذا هو الصحیح »[1].

ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں جان بوجھ کر چار سے زیادہ تکبیریں کہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہے صحیح قول کی بنا پر کیوں کہ اس نے ذکر الہی کا اضافہ کیا ہے۔

4(فقیہ اہلسنت عبد الرحمان دمشقی عثمانی شافعی کا فتوی

« فان زاد علی الاربع لم تبطل الصلاة »[2].

ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہے۔

---

1) کتاب البیان فی فقہ الامام الشافعی، جلد 3، صفحہ 64، کتاب صلوۃ الجنازہ، تالیف: فقیہ اہل سنت یحی بن ابو الخیر بن سالم بن اسعد بن عبد اللہ بن محمد بن موسی عمران عمرانی (متوفی 558 ہجری)، منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

2) رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 29، ذکر جنازہ، تالیف: الامام عبد الرحمان دمشقی عثمانی شافعی، طبع مکتبہ اسعد

5) فقیہ اہلسنت عبد اللہ بن حجازی ازہری کا فتوی

« ولو زاد علیها ولو عمداً لم تبطل صلاته »[1]. ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہہ دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہے۔

6) فقیہ اہلسنت ملا علی قاری کا فتوی

« لَوْ كَبَّرَ خَمْسًا لَا تَبْطُلُ صَلَاتُهُ عَلَى الْأَصَحِّ »[2]. ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو اصح قول کی بنا پر اس کی نماز باطل نہیں ہے۔

7) فقیہ اہلسنت علامہ خرقی کا فتوی

« فَظَاهِرُ كَلَامِ الْخِرَقِيِّ أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ خَمْسًا تَابَعَهُ الْمَأْمُومُ »[3].

---

1) کتاب حاشیۃ الشرقاوی علیٰ تحفۃ الطلاب، تالیف: الشیخ عبد اللہ بن حجازی بن ابراہیم شافعی ازہری (متوفیٰ 1224 ہجری)

تحفۃ الطلاب بشرح تحریر تنقیح للباب، تالیف: شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری (متوفی 925 ھ) جلد نمبر 2، صفحہ 144، ذکر جنازہ منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

2) کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، تالیف: علامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری (متوفی 1014 ہجری) / شرح مشکاۃ المصابیح، تالیف: علامہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی (متوفی 741 ہجری)، تحقیق الشیخ جمال عیتانی، منشورات محمد علی بیضون دار الکتب علمیہ بیروت لبنان، طبعہ اولیٰ 1422ھ

3) کتاب المغنی تالیف عبد اللہ بن قدامہ (متوفی 620ھ)، جلد نمبر 2، کتاب الجنائز، مسألۃ ان کبر الإمام خمسا کبر بتکبیرہ، صفحہ نمبر 514

ترجمہ: علامہ خرقی کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے اگر امام صاحب نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی حضرات کو چاہیے کہ وہ امام صاحب کی اتباع کریں۔

8) فقیہ اہلسنت شہاب الدین قسطلانی کا فتوی

« فلو كبر الإمام والمأموم خمسًا ولو عمدًا لم تبطل صلاته لثبوتها في مسلم »[1].

ترجمہ: اگر امام اور ماموں جان بوجھ کر نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں تو ان کی نماز باطل نہیں ہے صحیح مسلم کی روایت کے مطابق۔

9) فقیہ اہلسنت عبد الوهاب شعرانی کا فتوی

« فكبّروا ما كبّر إمامكم فان زاد على الاربع لم تبطل صلاته »[2].

ترجمہ: تم بھی نماز جنازہ میں اتنی ہی تکبیریں کہا کرو جتنی تکبیریں امام صاحب کہتے ہیں اگرچہ چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔

---

1) ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 331، کتاب الجنائز، تالیف: شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی طبع دار الکتاب العربیہ بیروت لبنان

2) کتاب المیزان الکبری، تالیف عبد الوہاب بن احمد انصاری شافعی مصری المعروف باشعرانی من علماء القرن العاشر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 224، کتاب الجنائز

11(ابو یوسف کے نزدیک پانچ تکبیر نماز جنازہ

« وروي عن أبي يوسف خمس تكبيرات أيضا ولنا مرّ »[1].

ترجمہ : ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کے نزدیک پانچ تکبیر نماز جنازہ ہے مگر ہم چار تکبیروں کے قائل ہیں۔

شیعہ کے نزدیک دفن کے احکام

مستحب ہے کہ جنازہ قبر سے چند گز دور زمین پر رکھ دیں اور تین دفعہ کر کے تھوڑا تھوڑا قبر کے نزدیک لے جائیں اور ہر دفعہ زمین پر رکھیں اور پھر اٹھائیں چوتھی دفعہ قبر میں اتار دیں، ایسے کرنے کی علت یہ ذکر کی گئی ہے کہ میت اپنے آپ کو سنبھال لے کہ اب میں قبر کے سپرد ہونے والی ہوں۔

اگر میت مرد کی ہو تو تیسری دفعہ زمین پر اس طرح رکھیں کہ اس کا سر قبر کی نچلی طرف ہو اور چوتھی دفعہ سر کی طرف سے قبر میں داخل کریں، اور اگر میت عورت کی ہو تو تیسری دفعہ اسے قبر کے قبلہ کی طرف رکھیں اور پہلو کی طرف سے قبر میں اتار دیں اور قبر میں اتارتے وقت ایک کپڑا قبر کے اوپر تان لیں، میت کو اتارنے والے شخص باوضو ہو اور اس کا سر پاؤں وغیر ننگے ہوں اور قمیض کے بٹن کھلے ہوئے ہوں۔

---

1) فیض الباری علیٰ صحیح البخاری، جلد 3، صفحہ 52، صلاۃ الجنازہ، تالیف: الشیخ محمد بن انور کشمیری دیوبندی (متوفی 1352 ہجری)، منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

شیعہ کے نزدیک میت کو دفنانے کا طریقہ

میت کو دفن کرنا واجب کفائی ہے اس عمل میں ولی کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور میت کو قبر میں داہنی کروٹ روبقبلہ لٹائیں ،ایسا کرنے کی علت یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب روز محشر مُردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو میت کا رخ آسانی سے روبقبلہ قرار پائے۔

- دفن کے مستحبات

میت کے سر کے نیچے خاک کی ایک ڈھیری کا تکیہ بنایا جائے اور اس کی پشت کے پیچھے بھی مٹی کی چھوٹی سی ڈھیری لگا دی جائے تا کہ کہیں کروٹ تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ قبلہ سے منحرف نہ ہو جائے۔

اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہوں کو کھول دیں اور بہتر ہے کہ پہلے سر کی طرف والی گرہ کھول کر میت کے چہرہ کو کفن سے باہر نکال دیا جائے اور اگر میسر ہو تو اس کے رخسار کے نیچے خاک کربلا رکھی جائے۔

میت کو قبر میں لٹانے والے شخص کو چاہیے کہ وہ قبر کی پائنتی طرف سے نکلے کیونکہ ہر ایک گھر کا دروازہ ہوتا ہے اور قبر کا دروازہ اس کی پائنتی ہوتا ہے۔

اہلسنت کے نزدیک میت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ

مر دہ کو قبر میں داہنی کروٹ روبقبلہ رکھنا چاہیے۔[1]

تلقین میت کا بیان

تلقین میت سے مراد مرنے والے شخص کو قبر میں لٹانے کے بعد اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے اس کے عقائد کے متعلق پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات میں اس کی راہنمائی کرنا ہے اور یہ عمل مستحب ہے۔

کیونکہ جیسے ہی میت کو قبر کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو منکر و نکیر اس کے پاس سوالات و جوابات کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں اور میت پر یہ وقت مشکل اور کٹھن ترین ہوتا ہے، اور اس وقت میت سوالات و جوابات کا سامنا کر رہی ہوتی ہے لہذا وہ راہنمائی کی محتاج ہوتی ہے۔

اس مشکل مرحلہ میں میت کی آسانی کے لیے شریعت مقدسہ نے تلقین کہنے کا حکم دے رکھا ہے جو موجب اجر و ثواب ہے، اور یہ تلقین احادیث مبارکہ، تعلیمات اہل بیت علیہم السلام، آثار صحابہ اور سیرت تابعین سے شیعہ سنی دونوں اسلامی مکاتب فکر کے نزدیک ثابت ہے۔

---

1) کتاب امداد الفتاویٰ، جلد 1، صفحہ 562، سوال نمبر 642، تالیف: حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مکتبہ دار العلوم کراچی

مگر اس وقت یہ فخر اور طرہ امتیاز صرف شیعیان حیدر کرار علیہ السلام کو ہی حاصل ہے کہ جو اپنے مرنے والے عزیز کو قبر میں لٹانے کے بعد اس کے سرہانے بیٹھ کر اس پر کیے جانے والے سوالات کے جوابات میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اسے تلقین کرتے ہیں۔

تلقین میت کی شرعی حیثیت

جب جناب فاطمہ بنت اسد علیہا السلام نے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی وہ قمیص بطور کفن پہنائی جو آپ اکثر زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔

اور خود ان کے جنازے کو کندھا دیا اور خود ان کی قبر میں لیٹے اور پھر خود انہیں قبر میں سلایا، اور اس کے بعد کافی دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر پر جھک کر کچھ کلام کرتے رہے، چونکہ منکر و نکیر سوالات کر رہے تھا۔

اور یہ معظمہ بی بی سوالات کا جواب دے رہی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں لحد کے سپرد کر کے واپس لوٹے تو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے آج وہ کام کیا جو آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ میں نے انہیں اپنی قمیص بطور کفن پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹا ہوں اور ان کی قبر پر جھک کر تلقین کی یعنی ان پر کیے جانے والے سوالات کے جوابات میں انکی راہنمائی فرمائی کی ہے۔

« فَإِنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَبِّهَا، فَقَالَتْ؛ و سُئِلَتْ عَنْ رَسُولِهَا، فَأَجَابَتْ؛ و سُئِلَتْ عَنْ و لِيِّهَا و إِمَامِهَا، فَأُرْتِجَ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: ابْنُكِ، ابْنُكِ، ابْنُكِ»[1].

ترجمہ: جب ان سے ان کے رب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا پھر جب ان سے ان کے رسول کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا پھر جب ان سے ان کے ولی اور امام کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس پر وہ خاموش ہو گئیں تو پھر میں نے ان کی راہنمائی کرتے ہوئے تین بار کہا تیرا بیٹا تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔

یہ تاریخ اسلام کی پہلی تلقین تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کی لحد مبارک پر پڑھی، یحییٰ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے یہ سنا کہ میت کے ورثاء کے لیے کونسی چیز مانع ہے کہ وہ اپنے مرنے والے عزیز سے منکر و نکیر کو دور کر سکیں؟

راوی نے عرض کیا ائے میرے آقا وہ کیا کرے؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب میت کو قبر کے سپرد کر دیا جائے تو کوئی قریبی رشتہ دار وہاں قبر پر رک جائے اور اپنا منہ میت کے سر کے قریب لے جا کر بلند آواز سے کہے۔

---

1) اصول الکافی، جلد 1، صفحہ 288، کتاب الحجہ، باب مولد امیر المومنین علیہ السلام، تالیف: ثقہ الاسلام الشیخ محمد بن یعقوب الکلینی (متوفی 329ھ)، منشورات الفجر بیروت لبنان

« يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَوْ يَا فُلَانَةُ بِنْتَ فُلَانٍ هَلْ أَنْتَ عَلَى الْعَهْدِ الَّذِي فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ سَيِّدُ النَّبِيِّينَ وَ أَنَّ عَلِيّاً أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ سَيِّدُ الْوَصِيِّينَ وَ أَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَ الْبَعْثَ حَقٌّ وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ قَالَ فَيَقُولُ مُنْكَرٌ لِنَكِيرٍ انْصَرِفْ بِنَا عَنْ هَذَا فَقَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ »[1].

ترجمہ: جب تلقین پڑھی جارہی ہو تو منکر نکیر ایک دوسرے سے کہتے ہیں، چلو واپس چلیں اس کو دلیل پڑھادی گئی ہے یعنی سوالات کے جوابات میں اس کی راہنمائی کی گئی ہے۔

شیعہ کے نزدیک کیفیت تلقین میت

کوئی عزیز اس سے پہلے کہ تعویذ قبر بند کر دیا جائے وہ اپنے ہاتھوں کو قینچی کی طرح کر کے داہنے ہاتھ سے میت کا دایاں شانہ اور بائیں ہاتھ سے میت کا بایاں شانہ پکڑے اور اسے اچھی طرح تلقین کے وقت ہلاتے رہیں اور تلقین کہنے والا کہے:

« اسْمَعْ افْهَمْ اسْمَعْ افْهَمْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ (وَ يَذْكُرُ اسْمَهُ وَ اسْمَ أَبِيهِ)، هَلْ أَنْتَ عَلَى الْعَهْدِ الَّذِي فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، جلد 3، صفحہ 201، باب استحباب تلقین الولی المیت، تالیف: آغا حر آملی، ناشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام قم ایران 1409 ھ، طبعہ 1

إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ سَيِّدُ النَّبِيِّينَ وَ خَاتَمُ الْمُرْسَلِينَ وَ أَنَّ عَلِيّاً أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ سَيِّدُ الْوَصِيِّينَ وَ إِمَامٌ افْتَرَضَ اللَّهُ طَاعَتَهُ عَلَى الْعَالَمِينَ وَ أَنَّ الْحَسَنَ، وَ الْحُسَيْنَ، وَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ، وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، وَ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ وَ عَلِيَّ بْنَ مُوسَى وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ وَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَ الْقَائِمَ الْحُجَّةَ الْمَهْدِيَّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَئِمَّةُ الْمُؤْمِنِينَ وَ حُجَجُ اللَّهِ عَلَى الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ وَ أَئِمَّتُكَ أَئِمَّةُ هُدًى أَبْرَارٌ.

يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ إِذَا أَتَاكَ الْمَلَكَانِ الْمُقَرَّبَانِ رَسُولَيْنِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَ سَأَلَاكَ عَنْ رَبِّكَ وَ عَنْ نَبِيِّكَ وَ عَنْ دِينِكَ وَ عَنْ كِتَابِكَ وَ عَنْ قِبْلَتِكَ وَ عَنْ أَئِمَّتِكَ فَلَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ وَ قُلْ فِي جَوَابِهِمَا اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبِّي وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَبِيِّي، وَ الْإِسْلَامُ دِينِي، وَ الْقُرْآنُ كِتَابِي وَ الْكَعْبَةُ قِبْلَتِي وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِمَامِي، وَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِمَامِي... وَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الشَّهِيدُ بِكَرْبَلَاءَ إِمَامِي وَ عَلِيٌّ زَيْنُ الْعَابِدِينَ إِمَامِي وَ مُحَمَّدٌ بَاقِرُ عِلْمِ النَّبِيِّينَ إِمَامِي وَ جَعْفَرٌ الصَّادِقُ إِمَامِي وَ مُوسَى الْكَاظِمُ إِمَامِي وَ عَلِيٌّ الرِّضَا إِمَامِي وَ مُحَمَّدٌ الْجَوَادُ إِمَامِي وَ عَلِيٌّ الْهَادِي إِمَامِي وَ الْحَسَنُ

الْعَسْكَرِيُّ إِمَامِي وَ الْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ إِمَامِي هَؤُلَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ أَئِمَّتِي وَ سَادَتِي وَ قَادَتِي وَ شُفَعَائِي بِهِمْ أَتَوَلَّى وَ مِنْ أَعْدَائِهِمْ أَتَبَرَّأُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

ثُمَّ اعْلَمْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى نِعْمَ الرَّبُّ وَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نِعْمَ الرَّسُولُ وَ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ أَوْلَادَهُ الْأَئِمَّةَ الْأَحَدَ عَشَرَ نِعْمَ الْأَئِمَّةُ وَ أَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَقٌّ وَ أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَ سُؤَالَ مُنْكَرٍ وَ نَكِيرٍ فِي الْقَبْرِ حَقٌّ وَ الْبَعْثَ حَقٌّ وَ النُّشُورَ حَقٌّ وَ الصِّرَاطَ حَقٌّ وَ الْمِيزَانَ حَقٌّ وَ تَطَايُرَ الْكُتُبِ حَقٌّ وَالْجَنَّةَ حَقٌّ وَ النَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ، أَفَهِمْتَ يَا فُلَانَ»[1].

ترجمہ: تو سن اور سمجھ اے فلان ابن فلان (یہاں میت اور اس کے والد کا نام لیں) آیا تو اسی عہد پر قائم ہے جس پر تو ہمیں چھوڑ کر آیا ہے؟ یعنی یہ گواہی کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ کے جو یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے

1) زاد المعاد مفتاح الجنان، ص 352 -353، تالیف: علامہ محمد باقر بن محمد تقی مجلسیؒ (متوفی 1110 ھ)، تحقیق: علاء الدین الأعلمي، الناشر موسسة الأعلمي للمطبوعات بیروت لبنان، تاریخ طباعت 1423ھ

اور اسکے رسول ہیں، وہ نبیوں کے سردار اور پیغمبروں کے خاتم ہیں اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام مومنوں کے امیر اور اوصیاء کے سردار اور ایسے امام ہیں کہ اللہ نے ان کی اطاعت تمام جہانوں پر فرض کررکھی ہے، نیز امام حسن و حسین علیہما السلام، علی زین العابدین علیہ السلام، محمد باقر علیہ السلام، جعفر صادق علیہ السلام، موسیٰ کاظم علیہ السلام، علی رضا علیہ السلام، محمد تقی علیہ السلام، علی نقی علیہ السلام، حسن عسکری علیہ السلام، اور حجت القائم مہدی (عج) کہ ان سب پر خدا کی رحمت ہو، یہ مومنوں کے امام اور اللہ کی ساری مخلوق پر اس کی حجتیں ہیں، تیرے یہ امام ہدایت کے خوش کردار ہیں۔

اے فلاں بن فلاں .. جب تیرے پاس دو مقرب فرشتے پیغام الٰہی لے آئیں اور تجھ سے تیرے رب، تیرے نبی، تیرے دین، تیری کتاب، تیرے قبلہ اور تیرے آئمہ کے متعلق سوال کریں تو ڈر نامت اور ان کے جواب میں کہہ کہ اللہ جل وجلالہ میرا رب ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں، اسلام میرا دین ہے قرآن میری کتاب ہے، کعبہ میرا قبلہ ہے اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے امام ہیں، ان کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میرے امام ہیں اور حسین بن علی علیہ السلام جو شہید کربلا ہیں وہ میرے امام ہیں، علی زین العابدین علیہ السلام میرے امام ہیں اور جو علوم انبیاء پھیلانے والے محمد باقر علیہ السلام میرے امام ہیں اور جعفر صادق علیہ السلام میرے امام ہیں اور موسیٰ کاظم علیہ السلام میرے امام ہیں اور علی رضا علیہ السلام میرے امام ہیں اور محمد تقی جواد علیہ السلام میرے امام ہیں اور علی نقی ہادی علیہ السلام میرے امام ہیں اور حسن عسکری علیہ السلام میرے امام ہیں اور حجت المنتظر المہدی (عج)

میرے امام ہیں، ان سب پر خدا کی رحمت ہو کہ یہی میرے امام میرے سردار، میرے پیشوا اور میرے شفیع ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں، ان کے دشمنوں سے نفرت کرتا ہوں، دنیا و آخرت میں پس جان لے۔

اے فلاں بن فلاں یہ کہ دیجئے اللہ تبارک وتعالیٰ بہترین رب ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین رسول ہیں، اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور انکی اولاد میں سے گیارہ امام بہترین آئمہ علیہم السلام ہیں اور یہ کہ جس چیز کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر ائے وہ حق ہے، موت حق ہے، قبر میں منکر و نکیر کا سوال کرنا حق ہے، قبروں سے اٹھنا حق ہے حشر و نشر حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے، نامہ اعمال کا کھولا جانا حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، اور یقیناً قیامت آکر رہے گی اس میں شک نہیں اور خدا انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں، اس کے بعد کہے: اے فلاں بن فلاں کیا تو نے سمجھ لیا ہے؟

اور اگر میت عورت ہو تو، نام اور ضمیر مونث کی صورت میں ہونے چاہئے اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے. یہاں بھی« فُلَانَةَ ابْنَةَ فُلَانٍ » کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام آتا ہے۔

« اِسْمَعِي اِفْهَمِي يا فُلَانَةَ ابْنَةَ فُلَانٍ هَلْ أَنْتِ عَلَى الْعَهْدِ الَّذِي فَارَقْتِنا عَلَيهِ مِنْ شَهَادَةِ انْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ انَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ سَيدُ النَّبِيينَ وَ خاتَمُ الْمُرْسَلِينَ و انَّ

عَلِياً أَميرُ الْمُؤمِنينَ وَ سَيدُ الوصِيينَ وَ امامٌ افْتَرَضَ اللّٰهُ طاعَتَهُ عَلَى الْعٰالَمِينَ وَ انَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَينَ وَ عَلِي بْنَ الْحُسَينِ وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِي وَ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ وَ عَلِي بن مُوسىٰ وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِي وَ عَلي بْنَ مُحَمَّدٍ وَ الْحَسَنَ بْنَ عَلي وَ الْقٰائِمَ الْحُجَّةَ الْمَهْدِي صَلَواتُ اللّٰهِ عَلَيهِمْ ائِمَّةُ الْمُؤمِنينَ وَ حُجَجُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ وَ ائِمَّتُكِ ائِمَّةُ هُدى بِكَ ابْرارٌ.

يا فُلانَةَ بِنتَ فُلانٍ اذا اتاكِ الْمَلَكانِ الْمُقَرَّبانِ رَسُولَينِ مِنْ عِندِ اللّٰهِ تَبٰارَكَ وَ تَعٰالَى وَ سَأَلاكِ عَنْ رَبِّكِ وَ عَنْ نَبِيكِ وَ عَنْ دِينِكِ وَ عَنْ كِتابِكِ وَ عَنْ قِبْلَتِكِ وَ عَنْ ائِمَّتِكِ فَلا تَخافي وَ لا تَحْزَني وَ قُولي فِي جوابِهِما اللّٰهُ رَبّي وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ نَبِيي وَ الإِسْلامُ دِينِي وَ الْقُرْآنُ كِتابي وَ الْكَعْبَةُ قِبْلَتِي وَ اميرُ الْمُؤمِنينَ علي بْنُ أبى طٰالِبٍ إِمَامِي وَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِي الْمُجْتَبىٰ إِمَامِي وَ الْحُسَينُ بْنُ علي الشَّهيدُ بِكَرْبَلاءَ إِمَامِي وَ علي زَينُ الْعٰابِدِينَ إِمَامِي وَ مُحَمَّدٌ الباقِرُ إِمَامِي وَ جَعْفَرٌ الصّادِقُ إِمَامِي وَ مُوسَى الكاظِمُ إِمَامِي وَ عَلي الرِّضٰا إِمَامِي و مُحَمَّدٌ الجَوادُ إِمَامِي وعَلي الْهَادِي إِمَامِي وَالْحَسَنُ الْعَسْكَري إِمَامِي وَ الْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ إِمَامِي هؤُلٰاءِ صَلَواتُ اللّٰهِ عَلَيهِمْ أَجْمَعِينَ ائِمَّتي وَ سَادَتِي وَ

قَادَتِي وَ شُفَعَائِي بِهِمْ أَتَوَلَّى وَ مِنْ اعدائِهِمْ أَتَبَرَّأُ فِي الدُّنيا وَ الآخِرَةِ ثُمَّ اعْلَمي.

يا فُلانَةَ بْنَ فُلان انَّ اللّٰهَ تَبارَكَ وَ تَعالَى نِعْمَ الرَّبُّ وَ انَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ نِعْمَ الرَّسُولُ وَ انَّ عَلِى بْنَ أَبِى طالِبٍ وَ اوْلادَهُ الْمَعْصُومينَ الْأَئِمَّةَ الْاثْنَى عشَرَ نِعْمَ الْأئِمَّةُ وَ انَّ ما جاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ حَقٌّ وَ انَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَ سُؤالَ مُنْكَرٍ وَ نَكيرٍ فِي القَبْرِ حَقٌّ وَ الْبَعْثَ حَقٌّ النُّشُورَ حَقٌّ وَ الصِّراطَ حَقٌّ وَ الْمِيزانَ حَقٌّ وَ تَطايرَ الْكُتُبِ حَقٌّ وَ انَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَ النّارَ حَقٌّ وَ انَّ السّاعَةَ آتِيَةٌ لا رَيبَ فِيهَا وَ انَّ اللّٰهَ يبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ أَفَهِمْتِ يا فُلانَةُ».

اہلسنت کے نزدیک تلقین میت

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں اکابرین اہل سنت کی معتبر کتابوں سے تدفین کے بعد تلقین میت کے متعلق حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور بعض علماء اہل سنت نے تدفین کے بعد تلقین میت کو مستحب قرار دیا ہے۔

«عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُم سَلُوا بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ».

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تھے تو وہاں کھڑے ہو کر فرماتے اۓ لوگو اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اس کی ثابت قدمی کے لیے دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوالات کیے جانے کا وقت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں ملا علی قاری ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کرتے ہوے لکھتا ہے:

«وقال ابن حجر وفيه اي ما الى تلقين الميت بعد تمام دفنه وكيفية مشهورة وهو سنة على المعتمد من مذهبنا خلافاً لمن زعم انه بدعة كيف وفيه حديث صريح يعمل به في الفضائل اتفاقاً . بل أعتضد بشواهد يرتقى بها الى درجة الحسن»[1].

ترجمہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث مبارکہ میں میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کی ترغیب دلائی گئی ہے اور ہمارے مذہب اہل سنت کے مطابق یہ معتمد سنت ہے بخلاف اس قول کے کہ یہ بدعت ہے اس ضمن میں واضح حدیث بھی موجود ہے جس پر

1) مرقاۃ المفاتیح علامہ الشیخ علی بن سلطان محمد االقاری (متوفی 1014ھ) / شرح مشکاۃ المصابیح علامہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی (متوفی 741ھ)، جلد 1، صفحہ 327، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، حدیث 133 حاشیہ، تحقیق الشیخ جمال عیتانی، منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

فضائل کے باب میں بالاتفاق نہ صرف عمل کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے اتنے شواہد ہیں کہ جو اسے درجہ حسن تک پہنچادیتے ہیں۔

میرے محترم قارئین کرام جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے دفن کے بعد تلقین میت کو فقط مباح ہی قرار نہیں دیا بلکہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر تلقین کہنے کی ترغیب دلائی ہے اگر دفن کے بعد قبر پر تلقین کہنا بدعت ہے تو پھر کسی طرح ابن حجر عسقلانی پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگایا جاسکے گا۔

تلقین اور حکم رسول ﷺ

« وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ ، وَابْنُ مِنْدَهْ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ : إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمُ التُّرَابَ عَلَيْهِ فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ ثُمَّ لِيَقُلْ : يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ وَلَا يُجِيبُ ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا.

ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ : أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللَّهُ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ فَلْيَقُلْ : اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا ، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ : انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ

عِنْدَ مَنْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ فَيَكُونُ حَجِيجَهُ دُونَهُمَا . قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ
لَمْ يَعْرِفْ أُمَّهُ قَالَ : يَنْسُبُهُ إِلَى حَوَّاءَ يَا فُلَانُ ابْنَ حَوَّاءَ »[1].

ترجمہ: حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے تو اسے قبر میں دفن کرنے کے بعد تم سے ایک آدمی اس کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور اس سے مخاطب ہو کر کہے یا فلان ابن فلانہ بیشک وہ سنتا ہے لیکن جواب نہیں دیتا پھر دوبارہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہو اے فلاں ابن فلانہ اس آواز پر وہ بیٹھ جاتا ہے۔

پھر کہو اے فلاں ابن فلانہ اس پر وہ مردہ کہتا ہے اللہ تم پر رحم فرمائے آپ ہماری راہنمائی کریں لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہوتا پھر تلقین کہنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ یہ

---

1) الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، جلد 8، صفحہ 544، پارہ 13، تفسیر سورۃ ابراھیم آیت 27 کی تفسیر (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ) اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے، تالیف: جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)، تحقیق دکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، جلد 15، صفحہ 604، ذکر التلقین من الاکمال، تالیف: علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی البرہان فوری (متوفی 975ھ)، موسسہ الرسالہ / کتاب خیر الفتاویٰ، جلد 3، صفحہ 154، عنوان دفن کے بعد تلقین کا حکم اور اس کے الفاظ، تالیف: حضرت مولانا خیر محمد جالندھری

کہے اس امر کو یاد کر جس پر تو اس دنیا سے الوداع ہوا تھا، وہ امر یہ گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور وہ اس مردے کو یہ کہے کہ تو اللہ کے رب ہوئے پر، محمد مصطفیٰ ﷺ نبی ہونے پر، اسلام کے دین پر، قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔

جب یہ تلقین پڑھی جارہی ہو تو منکر نکیر میں کوئی ایک فرشتہ دوسرے فرشتے کا ہاتھ پکڑ کر اسے کہتا ہے کہ مجھے اس مردے کے پاس سے لے چلو کیونکہ اس کو آخرت کی حجت (دلیل) بتادی گئی ہے، پھر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میں اس کی ماں کو نہ جانتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسے جناب حواء کی طرف منسوب کر دو یعنی کہو یا ابن حواء۔

نوٹ: اسی مذکورہ بالا روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے ہے:

«أسناده صالح، وقد قواه الضياء في أحكامه... ولكن له شواهد »[1].

ترجمہ: اس روایت کی اسناد صالح ہیں اور ضیاء مقدسی نے اسے احکام میں قوی قرار دیا ہے اور اس روایت کے دیگر شواہد بھی موجود ہیں۔

1) تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، جلد نمبر 2، صفحہ 270، کتاب الجنازہ، تالیف: الشیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن محمد بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ)، علق علیہ ابو عاصم حسن بن عباس بن قطب، ناشر موسسہ قرطبہ، تاریخ طباعت 1995 عیسوی

ارباب انصاف آپ نے ملاحظہ فرمالیاہے کہ کس طرح نبی کریم ﷺ نے مرنے والے امتی کو مشکل وقت میں اس کی سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے تلقین کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ نے تلقین کی برکت بیان فرمائی کہ جب تلقین پڑھی جارہی ہو تو منکر و نکیر بھی مردے کے پاس سے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے میت کو قبر میں سکون مل جاتا ہے۔

بعض متعصب مزاج ملاؤں نے تلقین میت کے خلاف طوفان بد تمیزی مچار کھا ہے جبکہ تلقین میت فعل نبی ﷺ، سیرت اہل بیت اطہار علیہم السلام اور آثار صحابہ کرام سے ثابت ہے، اللہ تعالی ہم سب کو نبی ﷺ اور آل نبی ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

« وَأَخْرَجَ ابْنُ مِنْدَهْ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: إِذَا مِتُّ فَدَفَنْتُمُونِي فَلْيَقُمْ إِنْسَانٌ عِنْدَ رَأْسِي فَلْيَقُلْ: يَا صُدَيُّ بْنَ عَجْلَانَ اذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ »[1].

1) الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، جلد 8، صفحہ 554، پارہ 13، تفسیر سورۃ ابراھیم آیت 27 کی تفسیر (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ)، تالیف: جلال الدین عبد الرحمان بن ابو بکر سیوطی (متوفی 911ھ)

ترجمہ: ابن مندہ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد جب مجھے دفنا چکو تو ایک آدمی میری قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے اے صدی بن عجلان یاد کرو اس عقیدے کو جس پر تم دنیا میں قائم تھے یعنی اس بات کی گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

« وَأَخْرَجَ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ وَضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ وَحَكِيمِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالُوا : إِذَا سُوِّيَ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْرُهُ وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ كَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ لِلْمَيِّتِ عِنْدَ قَبْرِهِ : يَا فُلَانُ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا فُلَانُ قُلْ رَبِّيَ اللَّهُ وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ ﷺ ثُمَّ يَنْصَرِفُ »[1].

ترجمہ: سعید بن منصور نے راشد بن سعد اور ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جائے اور لوگ واپس لوٹ جائیں تو مستحب ہے کہ ان میں سے ایک آدمی میت کی قبر پر کھڑا ہو کر کہے اے فلاں کہہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کلمہ تین بار کہے، اور پھر کہے اے فلاں کہہ دو میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور اس کے بعد وہ تلقین کہنے والا شخص بھی واپس چلا جائے۔

1) الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، جلد 8، صفحہ 554، پارہ 13، تفسیر سورۃ ابراھیم آیت 27

تلقین کے متعلق امام حلبی کا قول

امام حلبی تلقین کے موضوع پر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« انما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستأنس بالذكر على ما ورد في الآثار »[1].

ترجمہ: بے شک مردے کو دفن کرنے کے بعد تلقین سے منع نہیں کیا جاتا سکتا کیونکہ ایسے کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ فائدہ ہی ہے بے شک میت ذکر الہی کے ساتھ مانوس ہو جاتی ہے جس طرح روایات میں اس چیز کا تذکرہ ہوا ہے۔

تلقین میت اور اکابرین اہلسنت

اب میں اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں ان اکابرین اہل سنت کے اسماء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ جنہوں نے تدفین کے بعد تلقین میت کو عمل مستحسن قرار دیا ہے۔

« وَأَمَّا تَلْقِينُهُ بَعْدَ دَفْنِهِ فَاسْتَحَبَّهُ الْأَكْثَرُونَ لِقَوْلِ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، وَضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، وَحَكِيمِ بْنِ عُمَيْرٍ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ

1) غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی، کتاب الجنائز، جلد نمبر 1، صفحہ 576، تالیف: الشیخ ابراہیم حلبی (متوفی 956ھ) مطبوعہ ترکی، تاریخ اشاعت 1795 عیسوی

قَبْرِهِ: يَا فُلَانُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اشْهَدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَا فُلَانُ قُلْ رَبِّي اللَّهُ، وَدِينِي الْإِسْلَامُ، وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ »[1].

ترجمہ: تدفین کے بعد تلقین میت اکثر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے مثلاً راشد بن سعد وضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر ۔۔۔وغیرہ کے نزدیک اور ان فقہائے عظام نے مستحب قرار دیا ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کلمات تلقین تین مرتبہ کہو: « اشْهَدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَا فُلَانُ قُلْ رَبِّي اللَّهُ، وَدِينِي الْإِسْلَامُ، وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ ».

« تَلْقِينُهُ بَعْدَ دَفْنِهِ مُبَاحٌ عِنْدَ أَحْمَدَ وَبَعْضِ أَصْحَابِنَا، وَاخْتَارَهُ شَيْخُنَا»[2].

ترجمہ: تدفین کے بعد تلقین میت امام احمد اور دیگر فقہاء کے نزدیک مباح عمل ہے اور ہمارے استاد بزرگوار کا بھی یہی مسلک ہے۔

---

1) کتاب الفروع و تصحیح الفروع، جلد3، صفحہ 383، باب الدفن، تالیف: علامہ الفقیہ المحدث شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی (متوفی 763 ھ)، و معی تصحیح الفروع للفقیہ علامہ علاء الدین علی بن سلیمان المرداوی (متوفی 885ھ)، حاشیہ ابن قندس تقی الدین ابو بکر بن ابراہیم بن یوسف یغلی (متوفی 861 ھ)، تحقیق الدکتور عبدان بن عبد المحسن الترکی

2) کتاب الفروع و تصحیح الفروع، جلد3، صفحہ 383، باب الدفن

قبور پر تختی نصب کرنے کا بیان

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کا شمار شرکاء بدر اور مہاجرین میں سے ہے، اور انہوں نے 2 ہجری مدینہ منورہ میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں سب سے پہلے انہیں ہی دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کی تشخیص اور احترام بر قرار رکھنے کی خاطر ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کیا۔

« وعن محمد بن قدامة عن أبيه عن جده قال: لما دفن النبيّ ﷺ عثمان بن مظعون أمر بحجر فوضع عند رأسه. قال قدامة: فلما صفق البقيع وجدنا ذلك الحجر، فعرفنا أنه قبر عثمان بن مظعون »[1]. ترجمہ: محمد بن قدامہ اپنے آباء واجداد کے توسط سے نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو دفن کرنے کے بعد پتھر طلب کیا اور ان کے سرہانے نصب کیا، اور قدامہ کہتا ہے جب بقیع کو توڑا گیا تو ہم نے وہی پتھر پایا جس سے ہمیں معلوم ہو گیا یہ قبر عثمان بن مظعون کی ہے۔

1) وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، جلد 3، صفحہ 84، باب 5، الفصل 6 في تعيين قبور بعض من دفن بالبقيع من الصحابة وأهل البيت، قبر عثمان بن مظعون، تاليف: علي بن عبد الله الشافعي سمهودي (متوفى: 911ھ)، ناشر دار الكتب العلمية- بيروت، طبعہ 1، 1419ھ

«مرّ علی ذلك الحجر فأمر به فرمی به»[1]. ترجمہ: مروان بن حکم کا اپنے دور حکومت میں عثمان بن مظعون کی قبر سے گزر ہوا تو اس پتھر کو وہاں سے پھینکوا دیا۔

«عن ابن زبالة أن مروان جعل ذلك الحجر علی قبر عثمان بن عفان رضي الله تعالی عنه»[2]. ترجمہ: ابن زبالہ سے مروی ہے کہ مروان بن حکم نے وہ پتھر عثمان بن مظعون کی قبر سے اٹھا کر عثمان بن عفان کی قبر پر نصب کر دیا۔

قبر سطح دار ہو

قبر کو سطح دار بنانا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے جس کا اعتراف فقہائے اہلسنت نے ان الفاظ میں کیا: «السُّنَّة في القبر التسطيح ، وهو أولى من التسنيم على الراجح من مذهب الشافعي ، وقال الثلاثة (أبو حنيفة ومالك وأحمد): التسنيم أولى ، لأن التسطيح صار من شعائر الشيعة»[3].

ترجمہ: قبر کو سطح دار بنانا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، اور امام شافعی کے نزدیک ایسا کرنا زیادہ بہتر ہے، مگر امام ابو حنیفہ، امام ملک اور امام احمد کے نزدیک اونٹ کی کوہان کی طرح قبر بنانا

1) وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، جلد 3، صفحہ 84، باب 5

2) وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، جلد 3، صفحہ 84، باب 5

3) رحمة الأمة في اختلاف الأئمة، صفحہ 155، تالیف: محمد بن عبد الرحمن الدمشقي العثماني، تحقيق الشربجي والنوري، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان 1414ھ

، سطح دار قبر بنانے سے زیادہ اولویت رکھتا ہے، کیونکہ قبر کو سطح دار بنانا شیعوں کی علامت ہے۔

افسوس: واہ ملا تیری فکر کو سلام تو نے شیعوں کے بغض میں آکر سنت رسول ﷺ کو پس پشت ڈالتے ہوئے قبر کو کوہان دار بنانے کی ترغیب دلا رہا ہے۔

نماز وحشت قبر کی اہمیت

نبی کریم ﷺ نے نماز وحشت قبر کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

« عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَأْتِي عَلَى الْمَيِّتِ سَاعَةٌ أَشَدُّ مِنْ أَوَّلِ لَيْلَةٍ فَارْحَمُوا مَوْتَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا ا فَلْيُصَلِّ أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيْن........يَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ سَاعَتِهِ أَلْفَ مَلَكٍ إِلَى قَبْرِهِ مَعَ كُلِّ مَلَكٍ ثَوْبٌ وَ حُلَّةٌ وَ يُوَسَّعُ قَبْرُهُ مِنَ الضِّيقِ إِلَى يَوْمِ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَ يُعْطَى الْمُصَلِّي بِعَدَدِ مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَسَنَاتٍ وَ تُرْفَعُ لَهُ أَرْبَعُونَ دَرَجَة »[1].

ترجمہ: حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میت کیلئے قبر میں پہلی رات سے زیادہ سخت وقت اور کوئی نہیں ہوتا لہذا تم اپنے مرنے والوں کیلئے صدقہ دے

1) مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ، المؤلف: النوری، حسین بن محمد تقي (متوفی 1320ھ) محقق: مؤسسة آل البيت علیہم السلام، الناشر: مؤسسة آل البيت علیہم السلام قم ایران، 1408ھ، الطبعة الأولى

کر ان پر رحم کرو اور اگر آپ صدقہ دینے سے عاجز ہوں تو دو رکعت نماز وحشت پڑھیں
۔

اس وقت خداوند متعال ہزار فرشتوں کو اس کی قبر کی طرف بھیجتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک قیمتی لباس ہوتا ہے اور اس کی قبر کو تا قیامت وسیع کر دیا جاتا ہے، اور نماز پڑھنے والے کو بھی ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر اجر ملتا ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے اور اس کی نیکیاں چالیس گُنا بڑھا دی جاتی ہیں۔

نماز وحشت قبر کا طریقہ

« صلاة الهدية ليلة الدفن،هي على رواية ركعتان يقرأ في الأولى الحمد و آية الكرسي، و في الثانية الحمد و القدر عشر مرّات، و يقول بعد الصلاة: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوابَها إِلى قَبْرِ فُلَانٍ»[1].

ترجمہ: ایک روایت کے مطابق نماز وحشت دو رکعتوں پر مشتمل ہے جس کی کہ پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد آیت الکرسی ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ تک، اور دوسری

1) مھذب الأحکام، الجزء4، صفحہ 216، تالیف: السید عبد الأعلی السبزواري، طبعہ اولیٰ، 2009عیسوی، ناشر دار التفسیر، مطبعہ نگین قم ایران

رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورہ قدر، سلام پھیرنے کے بعد کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوابَها إِلى قَبْرِ فُلَانٍ .

نوٹ: فلاں کی بجاے میت کا نام لے۔

تعزیت اور تسلیت کا بیان

روایت نمبر 1 :

میت کے ورثاء اور لواحقین کے پاس جاکر انھیں تعزیت اور تسلیت پیش کرنا مستحب موکد ہے جس کی تائید اور تاکید فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: « التَّعْزِيَةُ تُورِثُ الْجَنَّةَ »[1]، صاحب عزا کو تعزیت پیش کرنا جنت کا سبب بنتا ہے۔

روایت نمبر 2 : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء و اجداد طاہرین کے توسط سے نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ عَزَّى حَزِيناً كُسِيَ فِي الْمَوْقِفِ حُلَّةً »[2]، جس نے کسی غمزدہ شخص کو تعزیت اور تسلیت پیش کی روز محشر اسے جنتی لباس سے ملبوس کیا جائے گا۔

---

1) کتاب من لایحضرہ الفقیہ جلد نمبر 1، ص110، تالیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ

2) فروع الکافی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 117، تالیف: محمد بن یعقوب بن إسحاق لکلیني

میت کے لئے ایصال ثواب کا بیان

میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا مجلس عزا کا انعقاد کرنا غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا اس کے نام پر صدقات اور خیرات وغیرہ کرنا اجر عظیم ہے، اور یہ عمل میت کی مغفرت بخشش اور درجات رفیعہ کا سبب بنتا ہے، جس کی اہمیت رسول اللہ ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں:

« عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْدُوا لِمَوْتَاكُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هَدِيَّةُ الْأَمْوَاتِ قَالَ الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاء »[1].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے مرنے والے عزیوں کیلئے تحفے بھیجو ہم نے عرض کی یارسول اللہ اموات کیلئے کیا تحفہ ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ اور دعا۔

« قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَصَدَّقَ الرَّجُلُ بِنِيَّةِ الْمَيِّتِ أَمَرَ اللَّهُ جَبْرَئِيلَ أَنْ يَحْمِلَ إِلَى قَبْرِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ فِي يَدِ كُلِّ مَلَكٍ طَبَقٌ فَيَحْمِلُونَ إِلَى قَبْرِهِ وَيَقُولُونَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ هَذِهِ هَدِيَّةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ إِلَيْكَ

1) مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج2، ص484، باب نوادر ما یتعلق بأبواب الدفن ومایناسبہ

فَيَتَلَألَأُ قَبْرُهُ »[1]. ترجمہ: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی شخص میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرتا ہے تو اللہ تعالی جبریل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ اس میت کی طرف ستر ہزار فرشتے لے جا اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک نعمتوں والا طبق ہوتا ہے اور وہ اس میت سے جا کر کہتے ہیں اے اللہ کے دوست تم پر سلام ہو یہ ہدیہ فلاں بن فلاں نے تیری طرف بھیجا ہے جس کی وجہ سے اس کی قبر منور ہو جاتی ہے۔

« قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ الْمُؤْمِنُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَ جَعَلَ ثَوَابَ قِرَاءَتِهِ لِأَهْلِ الْقُبُورِ جَعَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ مِنْ كُلِّ حَرْفٍ مَلَكاً يُسَبِّحُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[2].

ترجمہ: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی مومن کسی میت کے لئے آیت الکرسی پڑھ کے اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے تو اللہ تعالی ہر حرف کے بدلے ایک فرشتہ خلق کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے۔

---

1) بحار الأنوار، ج79، ص63، باب14 استحباب الصلاة عن الميت والصوم والحج والصدقة والبر، تالیف: محمد باقر مجلسی اصفہانی (متوفی1110ھ)، ناشر دار إحياء التراث العربي، بیروت لبنان، طبعہ2، 1403ھ

2) بحار الأنوار (ط- بیروت) ج79، ص64، باب14 استحباب الصلاة عن الميت والصوم والحج والصدقة و البر

« قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ إِحْدَى عَشْرَةَ مَرَّةً وَ وَهَبَ أَجْرَهُ لِلْأَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَات »[1].

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کا اہل قبور کے پاس سے گزر ہو اور وہ وہاں گیارہ مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھ کر مرنے والے کو اس کا ثواب ہدیہ کرے تو اسے اہل قبور کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

« قَالَ الصَّادِقُ عليه السلام يَدْخُلُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالْحَجُّ وَ الصَّدَقَةُ وَ الْبِرُّ وَ الدُّعَاءُ وَ يُكْتَبُ أَجْرُهُ لِلَّذِي يَفْعَلُهُ وَلِلْمَيِّتِ »[2].

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میت کو قبر میں نماز روزہ حج صدقہ نیکیوں اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے میت کی طرف سے یہ فعل خیر بجالانے والے شخص بھی اس ثواب میں میت کے ساتھ برابر کا شریک ہوتا ہے۔

1) مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج،2 ،ص 483 ،باب (79) نوادر ما یتعلق بأبواب الدفن وما یناسبہ، تالیف: حسین بن محمد تقی النوری (متوفی 1320ھ)

2) بحار الأنوار الجامعۃ لدرر أخبار الأئمۃ الأطھار ج 79 ، ص 62

قبور کی زیارت کا بیان

قبور کی زیارت بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے جب انسان شہر خاموشاں میں پہنچتا ہے تو وہاں کا سناٹا دیکھ کر اسے یقین ہو جاتا ہے کہ موت خدا کا اک ایسا اٹل فیصلہ ہے جس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

قبور کی زیارت کی وجہ سے انسان پر ایسی رقت قلبی طاری ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ جاتے ہیں۔

اور اسے اپنی موت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کیوں کہ زیارت قبور انسان کو موت کی یاد دلاتی ہے اور تذکرہ آخرت کیلئے ایک بہترین عمل ہے۔

البتہ بعض اہل سنت روایات کے مطابق صدر اسلام میں قبور کی زیارت سے منع کیا گیا تھا کیوں کہ اس وقت لوگ تازہ تازہ کفر وشرک کی زنجیروں کو توڑ کر اسلام کے قلعے میں داخل ہو چکے تھے۔

چونکہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ کرنے کا زمانہ قریب تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے ابتداء اسلام میں کچھ عرصے کیلئے مسلمانوں کو قبور پر جانے سے منع کر رکھا تھا۔

لیکن جب سلام مستحکم اور مسلمانوں کے قلوب میں راسخ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے تشریع اختیارات کی بنا پر حکم ممانعت کو منسوخ قرار دیا اور مسلمانوں کو زیارت قبور بجالانے کا حکم دیا اور مختلف پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عمل کی ترغیب دلائی، جیسا

کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زیارت قبور موت کی یاد دلاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: « فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ »[1]. قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:« نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكم الْآخِرَةَ ».[2]

ترجمہ: میں نے آپ کو زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا ،اور اب میں اجازت دیتا ہوں، کیونکہ وہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں خود اہل قبور کی زیارت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام کا بھی یہی معمول رہا۔

« عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ

1) صحیح مسلم، صفحہ 413، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر ہے امہ، حدیث976، تالیف: ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (متوفی 261ھ)

2) مستدرک علی الصحیحین، جلد نمبر 1 ، صفحہ 531، حدیث نمبر 1388، تالیف: امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری ایرانی (متوفی 405ھ)

شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ »[1].

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نوبت میں میرے ہاں تشریف رکھتے تو رات کے آخری حصے میں بقیع (قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور وہاں اہل قبور سے ہم کلام ہوتے اور فرماتے: اے مؤمنو! تمہارے اوپر سلامتی ہو وہ وقت آگیا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، کہ کل ایک مدت کے بعد اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی آپ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ یا اللہ! بخش بقیع غرقد والوں کو۔

اہل قبور کو سلام اور ان کیلئے طلب مغفرت کرنا مستحب عمل ہے

قیس بن ہلال سے مروی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہل قبور کو سلام کہنے کا طریقہ پوچھا: « قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا والمُستأخِرينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ »[2].

---

1) صحیح مسلم، صفحہ 412، حدیث نمبر 974، کتاب الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا

2) صحیح مسلم، صفحہ 413، کتاب الجنائز

ترجمہ: میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل قبور کو کیسے سلام کہوں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایایوں کہا کرو؛ سلام ہو ااہل ایمان اور مسلمان گھر والوں پر اور اللہ ہم میں سے پہلے اور بعد میں جانے والوں پر رحمت کرے، اور ان شاء اللہ ہم تم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

حضوراقدس جب قبرستان میں داخل ہوتے تو یہ دعاپڑھتے: « السلام عليكم أيتها الارواح الفانية والابدان الباليه والعظام النخرة التي خرجت من الدنيا وهي بالله مؤمنة اللهم ادخل عليهم روحاً منك وسلاماً منا ».

ترجمہ: اے فناہونے والی روحو، بوسیدہ جسمو، ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیاں والو، دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلنے والو، تم سب پر سلام ہو؛ اے اللہ ان پر اپنی رحمت اور ہماری طرف سے سلام بھیج۔ (1)

1) اردو ترجمہ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد نمبر 4، حصہ ہفتم ہشتم، صفحہ 87، باب قبور کی زیارت، تالیف: علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین، ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی، کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

« مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ عَاشَتْ فَاطِمَةُ ؑ بَعْدَ أَبِيهَا خَمْسَةً وَ سَبْعِينَ يَوْماً لَمْ تُرَ كَاشِرَةً وَ لَا ضَاحِكَةً تَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ فِي كُلِّ جُمْعَةٍ مَرَّتَيْنِ الْإِثْنَيْنَ وَ الْخَمِيسَ »[1].

ترجمہ: ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے والد بزرگوار کے بعد 75 دن تک زندہ رہیں، اور اس دوران انھیں ہنستے ہوئے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا وہ ہفتہ میں پیر اور جمعرات کے دن دو بار شہداء کی قبور کے پاس جایا کرتی تھیں۔

« مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ كَيْفَ التَّسْلِيمُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ ؟ فَقَالَ: نَعَمْ تَقُولُ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُسْلِمِينَ أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَ نَحْنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ »[2].

---

1) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل شریعہ، جلد 14، صفحہ 357، کتاب الطہارۃ، باب 55 تاکد استحباب زیارۃ القبور، حدیث نمبر 1، تالیف: آغا محمد بن حسن بن علی بن حسین الحر عاملی (متوفی 1104ھ)

2) وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل شریعہ، جلد 3، صفحہ 225، تالیف: آغا محمد حر عاملی

ترجمہ: عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اہل قبور کو کس طرح سلام کیا جائے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس طرح کہو:

« السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُسْلِمِينَ أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَ نَحْنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ ».

ان مذکور بالا شیعہ سنی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبور کی زیارت کے لئے جانا اور ان کے لئے دعا مغفرت کرنا اور ان کو سلام کہنا بدعت نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئمہ ھدی علیہم السلام اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

قبور کے پاس منقولہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے

معصومین علیہم السلام نے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے اہل قبور کی زیارت کے لئے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں جن کی پاسداری کرنا ہم پر لازم ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کی زیارت کیلئے جائے اور روبقبلہ بیٹھ کر قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ قدر کی تلاوت کرے وہ رسوا ہونے سے محفوظ ومامون ہو جائے گا۔

احمد بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابراھیم بن ہاشم ایک قبرستان میں موجود تھے وہ ایک قبر کے پاس جاکر روبقبلہ ہو کر بیٹھ گئے اور پھر قبر پر ہاتھ رکھ کر سات بار سورہ القدر کے تلاوت کی، پھر بتایا کہ اس صاحب قبر نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی جو شخص اپنے

مومن بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سات بار (سورہ انا انزلناہ) پڑھے تو خدا اسے اور صاحب قبر دونوں کو بخش دیتا ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا بیان

نماز جنازہ کے بعد میت کے حق میں دعا کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ حسن عمل ہے کیوں کے مرنے والے شخص کے حق میں دعا مغفرت کا دروازہ اسکی موت کی وجہ سے ہر گز بند نہیں ہوتا تاکہ اسکے اہل وعیال اسکی بخشش اور بلندئ درجات کیلئے دعا کرسکے حدیث میں آیا ہے «عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله يقول اذا صليتم على الميت فاخلصوا له دعا»[1].

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوا سنا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو خلوص نیت سے اس کیلئے دعا کیا کرو۔

جسکے بعض علمائے دیوبند نے بھی نماز جنازہ کے بعد مرنے والے شخص کے حق میں دعا مانگنے کو جائز قرار دے رکھا ہے۔ مثلاً

مفتی عزیر الرحمان عثمانی دیوبندی کا فتوی

سوال(3134): بعض نماز جنازہ قبل از دفن چند نمازیوں کا ایصال ثواب کیلئے سورہ قل

1) سنن ابو داؤد، الدعاء للمیت، ج3، ص210، ح3199

تین بار آہستہ اواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک ادمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا کیسے ہے؟

جواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔[1]

مفتی محمد فرید کا فتوی:

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے بدعت نہیں ہے جب کسر الصفوف کے بعد ہو۔[2]

مفتی محمد انور شاہ کشمیری کا فتوی:

فتح الباری ص 3 / 76 میں یہاں بھی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے جس کا ہمارے سلفی بھائی اور نجدی بھائی انکار کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں اس لئے حرمین اور سارے قلمرو نجد و حجاز میں نمازوں کے بعد اجتماعی دعا موقوف ہو گئی ہے بھلا جس امر کا ثبوت خود حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے ہوا ہے وہ بھی کبھی بدعت ہو سکتی ہے یہ بھی بے جا تشدد نہیں ہے تو اور کیا ہے۔[3]

---

1) فتاوی دار العلوم دیوبند، ج 1، ص 294، کتاب الصلاۃ

2) فتاوی فریدیہ، ج 1، ص 333، کتاب الذکر و دعا

3) انوار الباری (اردو شرح) صحیح البخاری، ج 18، ص 308، ذکر جنازہ

حضرت عثمان بن عفانؓ سے بغض رکھنے والے شخص کی نماز جنازہ کا بیان

بعض متعصب مزاج اور مفسد فی الارض قسم کے ملاں عالم اسلام کے امن و سلامتی کی فضا کو خراب کرنے کے لئے اور شیعہ سنی مسلمان بھائیوں کے مابین خون خرابہ پیدا کرنے کیلئے ایک جعلی اور من گھڑت روایت کا سہارا لے کر سنی مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ زہر بھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں کہ شیعہ کی نماز جنازہ نہ پڑھنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کیوں کہ ایک شخص کا جنازہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا اس شخص کے دل میں عثمان بن عفان کا بغض ہے۔

وہ روایت یہ ہے:

«حدثنا الفضل بن أبي طالب البغدادي وغير واحد، قالوا حدثنا عثمان بن زفر، قال حدثنا محمد بن زياد، عن محمدِ بن عَجْلان، عن أبي الزبير، عَنْ جابر قال: أتي النبي بجنازة رجل ليصلي عليه فلم يصل عليه، فقيل: يَا سَول الله، ما رأيناك تركت الصلاة على أحد قبل هذا؟ قال: إنه كان يبغض عثمان فأبغضه الله».

ترجمہ: جناب جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ ہم نے اس سے پہلے کبھی بھی آپ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کیا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا اور اللہ اس سے بغض رکھتا ہے۔

ابو عیسیٰ ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے سلسلہ سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے: « هذا حديث غريب، لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وَمحمد بن زياد هَذا هُو صَاحب ميمون بن مهران ضعيف في الحدِيث جِدًا »[1].

ترجمہ: یہ حدیث بہت ضعیف ہے ہم اس کو فقط اسی سلسلہ سند سے ہی جانتے ہیں اور محمد بن زیاد صاحب میمون بن مہران حدیث میں سخت ضعیف ہے۔

لہذا اس روایت کو امام ترمذی نے بھی ٹھکرا دیا ہے، نیز حافظ زبیر علی زئی اپنی کتاب (تحقیقی اور علمی مقالات، جلد 6، صفحہ 304) پر اسی روایت کے سلسلہ سند پر جرح کرتے ہوئے۔

لکھتے ہیں: « محمد بن زياد اليشكري الطحان الأعور الكوفي الميوني »، محمد بن زیاد الاعور مذکور کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں درج ذیل ہیں:

1) امام احمد بن حنبل نے فرمایا: « كذاب خبيث أعور، يضع الحديث »[2].

---

1) سنن حدیث، جلد 5، صفحہ 54، باب فضائل عثمان، تالیف: محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی 279ھ)

2) العلل و معرفة الرجال 3 / 298 فقرہ: 5323

ترجمہ: کذاب خبیث کانا، وہ حدیث گھڑتا تھا۔

اور فرمایا: « كان أعور كذابا، يضع الأحاديث »[1]. ترجمہ: وہ کانا اور کذاب حدیث گھڑتا تھا۔

2) عمرو بن علي الفلاس الصيرافي نے فرمایا:

« كان كذاب متروك الحديث »[2].

نیز فرمایا: « متروك الحديث كذاب منكر الحديث سمعته يقول، حدثنا ميمون بن مهران عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: زينوا مجالس نساء بالغزل »[3].

ترجمہ: متروک الحدیث، کذاب اور منکر الحدیث ہے، میں نے اسے میمون بن مہران عن ابن عباس کی سند سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی عورتوں کی مجلسوں کو عاشقانہ غزلوں کے ساتھ مزین کرو۔

3) ابوزرعہ الرازی نے فرمایا « كان يكذب »[4]، وہ جھوٹ بولتا ہے۔

---

1) الجرح والتعدیل 358/7 ت 1412، سندہ صحیح

2) أیضا ص 258 وسندہ صحیح

3) تاریخ بغداد 280/5 وسندہ صحیح

4) کتاب الضعفاء لابي زرعة الرازي ج 2 ص 447

4) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: « وكان كذابا خبيثا »[1].

اور فرمایا: « ليس بشيء كذاب »[2]، وہ کوئی چیز نہیں، کذاب ہے۔۔الخ۔

اور فرمایا: « كان ببغداد قوم يضعون الحديث منهم محمد بن زياد كان يضع الحديث »[3].

ترجمہ: بغداد میں کچھ لوگ حدیثیں گھڑتے تھے ان میں سے محمد بن زیاد بھی ہے جو حدیث گھڑتا تھا۔

5) دارقطنی نے فرمایا: « يكذب »[4]، وہ جھوٹ بولتا تھا۔

6) ابن حبان نے فرمایا: « كان ممن يضع الحديث على الثقات ...»[5].

وہ حدیثیں گھڑ کر ثقہ راویوں سے منسوب کر دیتا تھا۔

---

1) تاریخ بغداد روایة الدروي 4940

2) سوالات ابن الجنید 484

3) تاریخ بغداد 279/5 ت 2778 وسندہ حسن

4) الضعفاء والمتروکون 422

5) کتاب المجروحین 250/20 دوسرا نسخہ /359

7) حاکم نیشاپوری نے فرمایا: « محمد بن زياد الجزري اليشكري الحنفي يروي عن ميمون بن مهران وغيره الموضوعات »[1].

ترجمہ: وہ میمون بن مہران وغیرہ سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔

8) ابو نعیم الاصفہانی نے فرمایا:

9) « يروي عن ميمون بن مهران وغيره الموضوعات »[2].

10) ابن شاہین نے فرمایا: « كان كذابا خبيثا »[3].

11) امام بخاری نے اسے « متروك الحديث ».

کہا اور ثقہ ثبت محدث عمرو بن زرارہ بن واقد الكلابي النيشابوری رحمہ اللہ سے نقل کیا:

« كان محمد بن زياد يتهم بوضع الحديث »[4].

12) امام نسائی نے بھی اسے «متروك الحديث»[5] کہا۔

---

1) المدخل الی الصحیح ص194 ت170

2) کتاب الضعفاء: 209

3) تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین لابن شاہین: 524

4) کتاب الضعفاء للبخاري بتحقيقي: 327

5) کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی: 547

13) ابو حاتم الرازی نے بھی اسے «**متروك الحديث**»[1] کہا۔

14) ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے فرمایا: «**كان كذابا... إلخ**»[2].

15) حافظ ذہبی نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا: «**ذا من وضع الطحان**»[3].

ترجمہ: یہ طحان کی گھڑی ہوئی روایتوں میں سے ہے۔

میرے محترم قارئین کرام جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس روایت میں اس قدر صلاحیت نہیں ہے کہ اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے شیعان حیدر کرار کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا جاسکے کیوں کہ کسی روایت کو کسی شی کا مبنی قرار دینے کیلئے اسکا صحیح سند ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تم بحمد اللہ

---

1) الجرح والتعدیل 7/ 258

2) احوال الرجال للجوزجاني 363

3) تلخیص المستدرک 441/2ح8264

مؤلف کی دیگر تألیفات

القول المختوم فی رد زواج ام کلثوم علیہاالسلام

دفاع عزاداری سید الشہداءؑ اور علماء شیعہ

بشارت الکونین باقامۃ الماتم علی الحسین علیہ السلام

عزاداری سنت معصومین علیہم السلام

اِثبات حدیث کساء

الجمع بین الصلاتین

جنازہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احکام میت بین الشیعہ والسنہ

وقت اِفطار قرآن وسنت کی روشنی میں



CONTACT US
HUZZA ILLMIYA, NAJAF
+964 751 094 0521
+964 750 925 8423